U297.

Title - RISALA ASHAAB-E-SUFFA.

Creator - Ahmad Bin Teemiya; mutarjuma Abdur Razzaq.

Publisher - Kareemi Press (Lahore).

Date - 1925

Subject -

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

سلسلہ تراجم نمبر ۳

اشاعت نمبر ۷

اُردو ترجمہ

رسالہ

اصحابِ صفہ

مؤلفہ

شیخ الاسلام امام تقی الدین احمد بن تیمیہ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

مترجمہ

مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی

(سابق مدیر پیغام و الجامعہ کلکتہ)

جسے

مہتمم الہلال بک ایجنسی

نے

بعد از اخذ جملہ حقوق طبع و تصنیف

(کریمی پریس لاہور میں باہتمام میر قدرۃ اللہ پرنٹر چھپوا کر)

سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق سنہ ۱۹۲۵ء میں

دفتر الہلال بک ایجنسی سے بمقام لاہور شائع کیا

بار اوّل　　تعداد یک ہزار　　قیمت مجلد ۱۰ر

سلسلۂ تراجم

الہلال بک ایجنسی

اس ایجنسی کے پیش نظر اُن اعلےٰ و نادر اور بلند پایہ عربی تصانیف کے اُردو تراجم ہیں جن کا مطالعہ اصلاح عقاید اسلام اور اخذ و فہم حقیقت اسلامیہ کیلئے نہایت ضروری اور ناگزیر ہے۔ اس سلسلہ میں جس امام احسن، جس مومن کامل، جس مجاہد حق اور جس یکتائے مقامات علم و عمل شخصیت کی بعض اہم تصانیف کے تراجم کی تکمیل ایجنسی ہذا کی مساعی کا مرکز و محور ہے وہ شیخ المصلحین ملاذ المجددین سند الکاملین امام العارفین، وارث الانبیاء، قدوۃ الاولیا حضرت شیخ الاسلام تقی الدین ابی العباس احمد بن تیمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود مبارک ہے۔ اس مقام پر یہ عرض کرنیکی ضرورت نہیں کہ امام ممدوح کے بلند منصب اور رفعت منزلت کی حقیقت کیا ہے اسلئے کہ انکی تصانیف اُردو کے لباس میں عامۃ الناس کے سامنے آجائینگی تو حقیقت خود بخود آشکارا ہو جائیگی لیکن جن حضرات کو اس بارے میں تفصیلی بحث دیکھنے کی خواہش ہو، وہ حضرت مولانا **ابو الکلام آزاد** کے تذکرہ میں شرح مقام عزیمت کے بیان کو ملاحظہ فرمائیں اسلئے کہ اس بیان کا ایک بہت بڑا حصہ امام ممدوح کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہے۔

ہم سردست امام ممدوح کی مبسوط و ضخیم تصانیف کے تراجم شائع نہیں کرینگے بلکہ سب سے پہلے چھوٹے چھوٹے رسائل کے عام فہم اور سلیس عبارت میں اُردو ترجمے شائع کرینگے، کہ وہ کم سے کم قیمت میں عام حضرات تک پہنچ سکیں اور وہ اُنکے مطالعہ سے مستفید ہو سکیں۔ ضخیم تصانیف کے تراجم کا سلسلہ انشاء اللہ العزیز بعد میں شروع کیا جائیگا۔ اسی ضمن میں امام ممدوح کے تلمیذ رشید حافظ ابن قیمؒ اور اُسی جلیل و عظیم صف کے بعض دوسرے بزرگوں کی تصانیف کے تراجم شائع کرنا، اور اُنہیں عام رواج دینا اس ایجنسی کا دوسرا مقصد ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ کا اولین نمبر اُسوۂ حسنہ کو حاصل ہوا **العروۃ الوثقیٰ** کو نمبر دوم اور اصحاب صُفّہ کو نمبر سوم۔ علاوہ ازیں بہت سی کتب کے تراجم پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں اور بہت سی کتابوں کے تراجم زیر غور ہیں، جن میں سے بعض کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

(۱) القاعدۃ الجلیلۃ فی التوسل و الوسیلہ۔ (۲) رفع الملام عن ائمۃ الاعلام۔

(۳) السیاسۃ الشرعیہ فی اصلاح الراعی و الرعیۃ۔

(۴) الفرقان بین اولیاء الشیطان و اولیاء الرحمٰن وغیرہم

مینیجر

اصحابِ صُفّہ

ابن تیمیہ رحمہ اللہ

فہرست مضامین رسالہ اصحابِ صُفّہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رسالہ "اصحاب صُفّہ" ناظرین کے سامنے ہے، اِسکے مطالب اسقدر صاف ہیں کہ مترجم کو کسی مزید گفتگو کی ضرورت نہیں۔ معلوم نہیں جمود و بدع کے حلقے اسے کس نظر سے دیکھینگے؟ لیکن اصل یہ ہے کہ ہمیں اس وقت ان حلقوں کو براہِ راست مخاطب کرنا بھی نہیں ہے کیونکہ ان کے دماغی تنقیہ کیلئے ہلکی دوائیں نہیں بلکہ کسی بڑے عمل جراحی کی ضرورت ہے جسکی طیاری میں قدرت کے ہاتھ پس پردہ لگے ہوئے ہیں، ابھی ہمارے مخاطب وہ خوش قسمت مسلمان ہیں جن کا آئینۂ ذہن جمود و بدعت کے زنگ سے آلودہ نہیں ہوا ہے، امید ہے اس رسالہ سے اُنہیں کافی فائدہ پہنچیگا۔

یہ رسالہ بغداد کے کسی کتب خانہ میں محفوظ تھا جہاں سے نقل ہو کر مصر پہنچا اور رسالہ "المنار" میں باقساط شائع ہوا۔ نقل میں جا بجا غلطیاں رہ گئی ہیں جنہیں ہم نے ترجمہ میں درست کرنیکی کوشش کی ہے۔ احادیث کے حوالے رسالہ "المنار" سے ماخوذ ہیں۔

عبدالرزاق ملیح آبادی
ماہ جنوری ۱۹۲۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

اِس مسئلہ میں علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ اصحابِ صُفّہ کی تعداد کتنی تھی؟ مکہ میں تھے یا مدینہ میں؟ کس مقام پر رہتے تھے؟ سب ہمیشہ اپنی جگہ پر ہی رہتے تھے اور بجز حوائج ضروریہ کے کسی اور کام کیلئے نہ نکلتے تھے یا اُن میں سے بعض صُفّہ میں بیٹھتے تھے اور بعض تلاش معاش میں نکلا کرتے تھے؟ انکی بسر کیونکر ہوتی تھی، آیا محنت مشقت کرتے تھے یا جھولی لیکر بھیک مانگتے پھرتے تھے؟

اُس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو کہتا ہے کہ اصحابِ صُفّہ نے مُشرکین کی طرف سے مؤمنین سے جنگ کی؟ اور یہ کہ وہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، بقیہ عشرہ مبشّرہ اور جُملہ صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے افضل ہیں؟ کیا اُس زمانہ میں لوگ اصحابِ صُفّہ سے مَنّتیں مانتے تھے؟ کیا اصحابِ صفّہ نے کبھی دف یا دیگر آلاتِ موسیقی پر وجد کیا؟ کیا ان کا کوئی خاص حادی (گویّا یا قوال) تھا جسکی آواز پر وہ تالیاں بجا بجا کے حرکت کرتے اور ناچتے تھے؟

اس آیت کے بارے میں کیا رائے ہے "وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ" (۱۵:۱۹) (اُن لوگوں کے ساتھ برابر رہو جو صبح شام اپنے رب کو پُکارتے اور اُسی کی مرضی چاہتے ہیں) آیا عام ہے یا صرف اصحابِ صُفّہ کے حق میں نازل ہوئی ہے؟

کیا یہ حدیث صحیح ہے جو عوام کی زبانوں پر ہے کہ: "ما من جماعة یجتمعون الا وفیھم ولی للہ لا الناس تعرفہ ولا الولی یعرف انہ ولی"؟ کیا اولیاء اللہ کی علامت اہل علم سے پوشیدہ رہتی ہے؟ ولی کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

اُن "فقراء" سے کون لوگ مراد ہیں جو اغنیاء سے پہلے جنت میں داخل ہونگے؟ اور وہ فقرا کون ہیں جن سے سلوک کرنے کا اللہ اور رسول نے حکم دیا ہے؟ آیا وُہی لوگ ہیں جو فقر فاقہ میں مبتلا ہیں اور اپنی روزی نہیں رکھتے یا کوئی اور؟

ابدال کے بارے میں جو حدیث مروی ہے کیا وہ صحیح ہے؟ کیا ابدال صرف شام میں ہونگے یا ہر اُس جگہ جہاں کتاب و سنّت کے مطابق شعائر اسلام قائم ہوں، عام اس سے کہ شام ہو یا کوئی اور مُلک؟

کیا یہ صحیح ہے کہ ولی مجلس میں بیٹھے بیٹھے نظروں سے اچانک غائب اور اپنے جسم کے ساتھ شام وغیرہ کسی ملک میں پہنچ جاتا ہے؟

اُن اسماء والقاب کی بابت علماء کی کیا رائے ہے جو نیک اور صالح لوگوں کو دیئے جاتے ہیں مثلاً کہتے ہیں فلاں "غوث الاغواث" ہے، "قطب الاقطاب" ہے، "قطب عالم" ہے، "قطب کبیر" ہے، "خاتم الاولیا" ہے؟

نیز اُس قلندریہ فرقہ کے متعلق کیا فتویٰ ہے جو داڑھیاں منڈاتا ہے؟ اُس کی حقیقت کیا ہے؟ کس گروہ میں شمار ہوتا ہے؟ اسکا یہ اعتقاد کیسا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اسکے سر گروہ اور شیخ "قلندر" کو انگور کھلائے اور اس سے عجمی زبان میں گفتگو کی؟ کیا اللہ پر ایمان رکھنے والے مسلمان کیلئے جائز ہے کہ بازاروں اور دیہاتوں میں چلاتا پھرے کہ "کس کے پاس فلاں شیخ یا قبر کی نذر اور منّت ہے؟" اس کام میں مدد کرنا گناہ ہے یا نہیں؟

اُس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو کہتا ہے کہ "سیدہ نفیسہ[1]" مرادوں کا

---

[1] اہل بیت سے ہیں اور مصر میں مدفون ہیں۔

دروازہ اور مخلوق و خالق کے مابین واسطہ ہیں، مصر کی محافظ ہیں ؟ اور اس شخص کی بات کیا رائے ہے جو کہتا ہے کہ مشائخ جب سیٹیاں اور تالیاں سننے کیلئے اُٹھتے ہیں تو "رجال الغیب" (غیب کے آدمی) حاضر ہوتے ہیں، چھت اور دیواریں شق ہو جاتی ہیں، ملائکہ نازل ہوتے ہیں، اور مشائخ کے ساتھ یا خود اُن پر رقص کرتے ہیں ؟
اور بعض تو یہاں تک اعتقاد رکھتے ہیں کہ خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لانے اور اُنکے ناچ میں شریک ہو جاتے ہیں ؟ رجال الغیب کے کیا معنی ہیں ؟
اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کیسا ہے کہ ہم تاتاریوں کے روحانی محافظ ہیں ؟ کیا تاتاریوں کے بھی محافظ ہوتے ہیں ؟ اگر ہوتے ہیں تو کیا امت مسلم کے محافظوں کی طرح کفار کے محافظ بھی باطنی احوال اور قدرت و غلبہ رکھتے ہیں ؟
یہ مزارات جو امیر المومنین علیؓ بن ابی طالب اور اُنکے صاحبزادے امام حسین علیہما السلام کی طرف منسوب ہیں حقیقی ہیں یا فرضی ؟ حضرت علیؓ کی قبر کہاں ہے ؟

جواب

حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا :
الحمد للہ رب العالمین ۔ "صُفّہ"[1] کہ جسکی طرف اصحاب صُفّہ منسوب ہیں، مسجد نبویؐ کے شمالی سرے پر واقع تھا، اس میں وہ غریب مسلمان پناہ لیتے تھے جنکے پاس نہ اہل و عیال تھے اور نہ کوئی جائے پناہ تھی ۔
تفصیل یہ ہے کہ جب مدینہ کے قبائل اوس و خزرج کے بہت سے سردار ایمان لا کر منیٰ میں بیعۃ العقبہ کر چکے اور اس طرح مسلمانوں کیلئے ایک مضبوط جائے

---

[1] صُفّہ ایسے چبوترہ کو کہتے ہیں جس پر چھت یا چھپر وغیرہ چھایا ہو ۔

پناہ بنگئی تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلعم اور مؤمنین کو ہجرت کا حکم دیا۔ چنانچہ مکہ اور دوسری
جگہوں سے مسلمان جوق جوق مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے اور وہاں ان کی ایک
بڑی جمعیت فراہم ہوگئی۔ اس وقت مدینہ میں مومنین سابقین دو قسم کے تھے : ایک
مہاجرین جو اپنے مقامات سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ اور دوسرے انصار جو خود مدینہ
کے اصلی باشندے تھے۔ بدوی اعراب وغیرہ میں سے جن مسلمانوں نے ہجرت نہیں
کی تھی اُن کا حکم دوسرا ہے۔ نیز کچھ مسلمان ایسے تھے جنہیں انکے کافر سرداروں نے قید
و بند میں ڈالکر ہجرت سے روک دیا تھا۔ اور کچھ ایسے بھی تھے جو مغلوب ہو کر طاقتور کفار
کے ساتھ رہتے تھے۔ یہ تمام قسمیں قرآن میں مذکور ہیں اور اُن کا حکم انکے اشباہ و نظائر
میں قیامت تک باقی و نافذ ہے۔ فرمایا :

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَ
جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا
وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم
مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا وَإِنِ
اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ
إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن
فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ وَالَّذِينَ
آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ

جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اللہ کی راہ میں جان و
مال سے جہاد کیا، اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد دی
وہ باہم دوست ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت
نہ کی، تم پر انکی مدد بالکل نہیں یہانتک کہ ہجرت کریں،
اور اگر دین کے معاملہ میں تم سے مدد خواہ ہوں تو تم پر
اُنکی مدد لازم ہے، بجز اُن لوگوں کے مقابلہ میں جنکے اور تمہارے
مابین عہد ہے ... اور جنہوں نے کفر کیا وہ باہم دوست
ہیں، مسلمانو! اگر یہ کام نہ کروگے تو زمین میں فتنہ
اور بڑا فساد برپا ہو جائیگا۔ اور جو لوگ ایمان لائے،
ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا،
اور وہ لوگ جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی، وہی سچے
مومن ہیں، ان کیلئے مغفرت اور باعزت رزق ہے۔

اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۔ (۱۰: ۶)

یہ آخری آیت مومنین سابقین کے متعلق ہے۔ پھر اُن لوگوں کا ذکر ہے جو قیامت تک اُنکے پیچھے آنے والے ہیں۔ فرمایا :

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۚ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔ (۱۰: ۶)	اور جو بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا، وہ تم میں سے ہیں اور قرابت دار کتاب اللہ میں باہم نزدیک تر ہیں، اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اور فرمایا :

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ " الخ (۱۱: ۲)	مہاجرین و انصار میں سابقون اوّلون اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اُس سے راضی ہوئے۔

اور فرمایا :

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۭ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۙ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ	جن لوگوں کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں، فرشتے اُن سے کہتے ہیں تم کس حالت میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم زمین میں کمزور تھے، وہ کہتے ہیں کیا خدا کی زمین واسع نہ تھی؟ کہ تم ہجرت کر جاتے۔ ایسے لوگوں

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَّلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا، فَأُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُورًا ۔ (۴: ۱۰۵)

کی جگہ جہنم ہے ...... بجز ناتواں مردوں اور عورتوں کے جو نہ کوئی حیلہ رکھتے ہیں نہ راستہ ایسے لوگوں کو شاید اللہ معاف کردے .....

ہجرت کرنیوالے مسلمان دو قسم کے تھے: بعض اہل و عیال کے ساتھ آتے تھے اور بعض تن تنہا نکل کھڑے ہوتے تھے۔ انصار انہیں اپنے ہاں مہمان اُتارتے تھے کیونکہ انہوں نے بیعت اسی بات پر کی تھی کہ مسلمانوں کو پناہ دینگے اور ہر طرح کی ہمدردی کرینگے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مہاجر آتا اور اسکی مہمانی پر باہم انصار میں جھگڑا ہو جاتا، ہر کوئی اُسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا، آخر قرعہ کے ذریعہ فیصلہ کیا جاتا تھا۔ نبی صلعم نے مہاجرین و انصار میں اتحاد و مواخات قائم کردی تھی۔

مہاجرین کی تعداد بتدریج بڑھ رہی تھی کیونکہ اسلام برابر پھیل رہا تھا اور مخلوق دینِ الٰہی کی حلقہ بگوش ہوتی چلی جاتی تھی۔ نبی صلعم کفار سے کبھی بذاتِ خود جہاد کرتے اور کبھی مسلمانوں کی فوجیں بھیجتے تھے۔ اس سے بھی اسلام کو ترقی ہوتی تھی، بہت لوگ صدقِ دل سے ایمان لاتے تھے اور بہتیرے اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت سے مرعوب ہو کر ظاہرا مسلمان ہو جاتے تھے۔ اس طرح مدینہ میں مہاجرین کی کثرت ہوتی جاتی تھی، جنمیں امیر، غریب، صاحب عیال اور بے عیال سبھی قسم کے لوگ ہوتے تھے۔

اس صورت حال کا نتیجہ تھا کہ بعض کو رہنے کیلئے کوئی جگہ نہ ملتی تھی اور وہ مجبورًا اس "صُفّہ" میں پناہ لیتے تھے جو مسجد میں واقع تھا۔ تمام اہل صُفّہ ہمیشہ اکٹھے نہیں رہتے تھے، بعض شادی بیاہ کر کے الگ ہو جاتے اور گھر گرستی بنا لیتے

تھے اور بعض زمانہ کی مساعدت کا بدستور انتظار کیا کرتے تھے۔ تمام اصحابِ صُفّہ بیک وقت نہیں آئے تھے، بتدریج آتے تھے اور وقتاً فوقتاً کم زیادہ ہوتے رہتے تھے، چنانچہ کبھی دس یا اس سے بھی کم ہوتے اور کبھی بیس، تیس، چالیس، ساٹھ، ستر تک پہنچ جاتے۔

اصحابِ صُفّہ (یعنی جنہوں نے مختلف زمانوں میں صُفّہ میں پناہ لی) کی مجموعی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں چار سو تھے اور بعض اس سے کم بتلاتے ہیں۔ شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی (متوفی ۴۱۲ھ) نے اپنی کتاب "اہل صُفّہ" میں انکے اسماء و حالات جمع کئے ہیں۔ شیخ کو نُسّاک و صوفیہ کے حالات، ان کی معتمد علیہ روایات اور انکے ماثور اقوال جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ انہوں نے بزرگانِ سلف خصوصاً اُن تمام لوگوں کے حالات جمع کر دیئے ہیں جنکے متعلق انہیں معلوم ہوا کہ اصحابِ صفہ میں سے تھے۔ انہوں نے ایک نہایت عمدہ کتاب لکھی ہے جسمیں بکثرت قیمتی فوائد ملتے ہیں۔ وہ خود بھی ایک دیندار اور صالح آدمی تھے انہوں نے جو آثار روایت کئے ہیں اُن میں بڑا حصہ صحیح ہے لیکن کبھی ضعیف بلکہ موضوع آثار و احادیث بھی، یہ جانتے ہوئے کہ وہ غلط ہیں، روایت کر جاتے ہیں۔ بعض حُفّاظِ حدیث نے اُنکے سماع میں کلام کیا ہے۔ اسی سبب سے بیہقیؒ جب اُن سے روایت کرتے تو کہتے تھے "حدثنا ابو عبدالرحمٰن من اصل سماعہ"[۱]

---

[۱] حافظ ذہبیؒ نے انکی تضعیف کی ہے، ابن قطان کا قول ہے کہ وہ صوفیوں کیلئے حدیثیں بنایا کرتے تھے۔ ناظرین متعجب ہونگے کہ ایسے جلیل القدر لوگ جان بوجھکر کیوں حدیثیں بناتے تھے، وجہ یہ ہے کہ بہت سے علماء و صوفیہ ترغیب و ترہیب کے باب میں یہ بات جائز سمجھتے تھے اور کہتے تھے "اگر نیکی کی ترغیب یا بدی سے ترہیب کیلئے ایک جھوٹی حدیث سے کام نکلتا ہے تو اسمیں کیا حرج ہے؟ مقصود ہدایت ہے صحیح حدیث سے حاصل ہو یا ضعیف اور موضوع سے"۔ یہی وجہ ہے کہ اس باب میں بیشمار جھوٹی حدیثیں موجود اور واعظوں اور صوفیوں کی زبانوں پر رائج ہیں۔ لیکن اہل حق اس قسم کے جھوٹ کو بھی اگرچہ کیسے ہی اعلیٰ مقصد کیلئے کیوں نہ ہو ناجائز بتاتے ہیں۔

لیکن انکے جیسے صالحین کے بارے میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا[1] کہ قصداً
کذب بیانی کی ہوگی، بلکہ ہوتا یہ تھا کہ حفظ و مہارت کی کمی کے باعث روایت میں غلطی
کر جاتے تھے۔ تمام ناسک و عابد علم میں ہم پلہ نہ تھے، بعض حدیث کے حافظ و ماہر
تھے جیسے ثابت البنانی، فضل بن عیاض وغیرہ اور بعض اس درجہ کے نہ تھے اور
کمزوری کی وجہ سے روایت میں کبھی غلطی کر جاتے تھے جیسے مالک بن دینار، فرقد
السبخی وغیرہ۔ ابو عبدالرحمٰن کا بھی یہی حال تھا، چنانچہ متکلّمین صوفیہ کے جو اقوال
و آثار روایت کیئے ہیں اُن میں ایک بڑا حصّہ علم و ہدایت کا ہے اور ایک حصّہ غلط
اور باطل ہے۔ یہی حال خود اُنکے اپنے اجتہادات کا ہے، بعض قطعاً باطل ہیں
اور بعض درست ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادقؒ وغیرہ سے حقائق تفسیر میں جو کچھ نقل
کیا ہے، موضوع ہے۔ اسیطرح اشارات کی قسم سے جو حصّہ روایت کیا ہے اسمیں بعض
عمدہ امثال اور اچھے استدلال ہیں اور بعض بالکل لغو و باطل ہیں۔ غرضکہ شیخ
ابو عبدالرحمٰنؒ نے اصحاب صفّہ، زہاد سلف اور طبقات صوفیہ کے سلسلہ میں جو کچھ جمع
کیا ہے اس سے جہاں بہت سے فوائد حاصل کیئے جا سکتے ہیں، اسکی باطل روایتوں
سے احتیاط و اجتناب بھی ضروری ہے۔ یہی حال تمام فقہاء، زہاد، متکلّمین وغیرہ
کی روایات و آراء و اذواق کا ہے۔ طالب حق کو چاہیئے کہ اِنمیں سے وہ چیزیں چُن
لے جنہیں علم و ہدایت و حق ہے کہ جسے لیکر خاتم الانبیاء حضرت محمد صلعم مبعوث ہوئے
اور وہ چیزیں چھوڑ دے جنکی بنیاد فاسد یا مشکوک آراء و اذواق پر ہے کہ جن کی
اُن کے ہاں بڑی کثرت ہے۔ لیکن وہ بزرگ جنہیں اُمت میں لسانِ صدق کا

---

[1] ممکن ہے کہا جائے ہم عوام ایسی کتابوں میں حق و باطل کی شناخت کیونکر کریں؟ عذر معقول ہے، لیکن ایسے لوگوں کیلئے بہترین مشورہ یہ ہے کہ اس قسم کی کتابوں ہی سے پرہیز کریں۔ کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ میں پوری ہدایت موجود ہے۔ قرآن نے تمام کتابوں سے مستغنی کر دیا ہے۔

مرتبہ ملا ہے، جنکی مدح و ثنا تمام زبانوں پر ہے، تو وہ ائمۂ ہدیٰ اور مصابیح دُجیٰ ہیں، انکی غلطیاں انکے صواب کے مقابلہ میں کم ہیں، اور جتنی بھی ہیں عموماً اجتہاد کی راہ سے ہیں کہ جن میں ان کا عذر مقبول ہے، یہی وہ لوگ ہیں جو علم و عدل کی صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں، ظلم و جہل سے، اتباعِ ظن سے اور ہوا و نفس کی پیروی سے کوسوں دُور ہیں ۔

فصل

کیا اصحابِ صُفّہ بھیک مانگتے تھے؟

اصحابِ صُفّہ اور دوسرے غریب مسلمانوں کی بابت وہی حکم ہے جو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں صاف صاف دیدیا ہے کہ مستحقِ صدقہ اور مستحقِ فیئ کون لوگ ہیں ۔ فرمایا:

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ... وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۔ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ

اگر تم اپنی خیرات ظاہر کرو تو اچھا ہے اور اگر اسے چھپاؤ اور فقیروں کو دیدو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اور دور کرے گا تمہاری بُرائیاں ..... اور جو کچھ مال تم خرچ کرو، تمہارے اپنے لئے ہے، اور نہ خرچ کرو مگر رضاء الٰہی کے واسطے، اور جو کچھ مال خرچ کروگے تمہیں پُورا مل جائے گا اور تم پر ظلم نہ ہوگا ۔ خیرات اُن فقیروں کیلئے ہے جو اللہ کی راہ میں چلنے کی وجہ سے بند

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ ۚ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۔ (۳ : ۵)

کئے گئے ہیں زمین پر چل پھر نہیں سکتے۔ انہیں بے سوالی کی وجہ سے جاہل مالدار خیال کرتا ہے، تم انہیں اُنکے چہرے سے پہچان لوگے، وہ لوگوں سے اصرار کرکے نہیں مانگتے ۔

اور فرمایا :

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (۲۸ : ۱۴)

(مالِ فیئی) اُن فُقراء مہاجرین کیلئے ہے جو اپنے گھربار سے نکال دئے گئے ہیں، اللہ کا فضل ورضا مندی چاہتے ہیں، اور مدد دیتے ہیں خدا اور اُسکے رسول کو، یہی لوگ سچے ہیں ۔

اصحابِ صُفّہ اور دوسرے غریب مسلمان اگر حالات مساعد پاتے تو ضرور کسبِ معیشت کرتے تھے اور اس سے اُس چیز میں کوئی خلل نہ پڑتا تھا جو خدا کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب ہے ۔ لیکن اگر خدا کی راہ میں چلنے کی وجہ سے معیشت کے تمام دروازے بند پاتے اور باوجود کوشش کے مجبور رہ جاتے تو پھر وہ کرتے تھے جس سے اللہ اور اُسکے رسُول کی قربت حاصل ہو ۔

اصحابِ صُفّہ اسلام کے مہمان تھے، نبی صلعم کے گھر میں جو کچھ میسّر ہوتا انہیں بھیجدیا جاتا تھا کیونکہ وہ اکثر اوقات غریب ہوتے اور اتنا نہ رکھتے تھے کہ اپنی روزی پیدا کرسکیں ۔ رہا لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا، تو اس بارے میں انکا طریقہ وہی تھا جسپر رسول اللہ صلعم نے صحابہ کی تربیت کی تھی یعنی مستغنی کیلئے سوال[1] حرام قرار دیدیا تھا اِلّا یہ کہ اپنا حق مانگے مثلاً حاکم سے سوال

---

[1] سوال سے صرف یہی مطلب نہیں ہے کہ زبان یا ہاتھ سے مانگا جائے، بلکہ اپنی ایسی وضع بنانا یا

کرے کہ اللہ کے مال میں سے میرا حق دلاؤ۔ رہا محتاج تو اگر کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے تو اجازت دی ہے کہ صالحین اور مالداروں سے سوال کرے بشرطیکہ احتیاج واقعی ہو۔ اس باب میں سنّت یہ تھی کہ آپؐ نے اپنے خواص اصحابؓ کو سوال کرنے سے بالکل منع کر دیا تھا حتیٰ کہ ان میں سے اگر کسی کے ہاتھ سے درہ گر جاتا تھا تو کسی سے نہ کہتا تھا "اُٹھا دو"۔ اِسی سلسلہ میں بکثرت احادیث و آثار و اقوالِ علماء موجود ہیں جنکی تفصیل کا یہ فتوےٰ متحمل نہیں، مثلاً آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: ما اتاك من هذا المال وانت غير سائل له ولا مشرف فخذه والا فلا تتبعه نفسك[۵۱]" (جو مال تمہارے پاس اسطرح آئے کہ نہ تم نے اُسے مانگا اور نہ اس کے لئے للچائے تو لیلو، جو اس طرح نہ ہو اُسکا خیال نہ کرو) اور فرمایا: من يستغن يغنه الله، ومن يستعفف يعفه الله، ومن يتصبر يصبره الله، وما اعطى احد عطاء خيرا اوسع من الصبر[۵۲]" (جو استغنا چاہتا ہے خُدا اُسے مستغنی کریگا، جو سوال سے بچنا چاہتا ہے خدا اُسے بچائیگا، جو صبر کرنا چاہتا ہے خُدا اُسے صبر دیگا، صبر سے زیادہ بڑا عطیہ کسی کو نہیں ملا) اور فرمایا: ومن سأل الناس وله ما يغنيه جاءت مسئلته خدوشا او خموشا او كدوشا في وجهه[۵۳]" (جس نے لوگوں سے اس حالت میں سوال کیا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۴) ایسی زندگی اختیار کرنا کہ جسے دیکھکر لوگ خواہ نخواہ دیں، سوال میں داخل ہے جیسا کہ بہتیرے نام نہاد فقرا و مشائخ کرتے ہیں اور "نذر" کے نام سے مسلمانوں کا روپیہ ناجائز طور پر کھاتے ہیں۔ کاش وہ جانیں کہ یہ "سُحت" ہے اور خدا کی نظر میں نہایت مکروہ ہے۔

[۵۱] صحیحین وغیرہ۔ [۵۲] صحیحین۔

[۵۳] احمد اور اصحابِ سنن نے روایت کی ہے۔ اسی میں "غنیٰ" کی تعریف کیگئی ہے کہ پچاس درہم پاس ہوں۔ گو موجودہ زمانہ میں یہ رقم انسان کو "مستغنی" نہیں کر سکتی کیونکہ ضروریات بہت ہیں اور گراں ہیں، تاہم اسوقت بھی ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کتنی رقم ہونے کی صورت میں انسان دوسروں سے مستغنی ہو سکتا ہے۔

کہ اُسکے پاس ضرورت بھر کا ہے، تو اُسکا یہ سوال (قیامت کے دن) اسکے چہرہ پر خراش بنکر ظاہر ہوگا)۔ اور فرمایا: لان یاخذ احدکم حبلہ فیذھب فیحتطب خیر لہ من ان یسئل الناس، اعطوہ او منعوہ[51] (اگر تم اپنی رسی لیکر جاؤ اور لکڑی چن لاؤ، تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگو، دیں یا نہ دیں) وغیرہ احادیث۔

رہی یہ بات کہ کسقدر مانگنا جائز ہے تو خود اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و خضرؑ کے قصہ میں بتادیا ہے کہ وہ دونوں ایک آبادی میں پہنچے اور "کھانا" مانگا۔ نبی صلعم نے اسکی مزید تشریح فرمادی ہے کہ: لا تحل المسئلۃ الا لذی الم موجع او غرم مفظع او فقر مدقع (سوال صرف اس شخص کیلئے جائز ہے جسے کوئی سخت بیماری ہو یا جسپر بھاری قرض ہو یا فاقہ کشی میں مبتلا ہو) اور جیسا کہ قبیصہ بن مخارق الہلالی سے فرمایا: یا قبیصۃ لا تحل المسئلۃ الا لثلاثۃ: رجل اصابتہ جائحۃ اجتاحت مالہ فسأل حتی یجد سدادا من عیش ثم یمسک، و رجل یحمل حمالۃ فیسأل حتی یجد حمالتہ ثم یمسک، وما سوی ذالک من المسئلۃ فانما ھو سحت اکلہ صاحبہ سحتا[52] (اے قبیصہ، سوال صرف تین شخصوں کیلئے جائز ہے: جس کے مال کو کسی آفت نے نازل ہو کر تباہ کر ڈالا، اور اس نے سوال کیا یہانتک کہ روزی مل گئی، پھر رک گیا، اور وہ شخص جسپر بار ہے پس اس نے سوال کیا یہانتک کہ بار اُتر گیا، پھر رُک گیا۔ اسکے علاوہ جو سوال ہے حرام ہے اور سوال کرنیوالا حرام کھاتا ہے)۔

رہی بھیک اور دریوزہ گری تو نہ صحابہؓ میں اور نہ اہل صفہؓ میں اور نہ سلف میں کسی اور کا یہ پیشہ تھا کہ زنبیل یا جھولی لیکر در بدر بھیک مانگے، اس پر اکتفا کرکے بیٹھ جائے، اور دوسرے راستہ سے رزق پیدا نہ کرے۔ اسی طرح کوئی صحابی ایسا نہ

---

۵۱ صحیحین۔ ۵۲ مسلم۔

تھا جو زائد مال رکھتا ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو، یا اپنا مال اللہ کی راہ اور مسلمانوں کی ضرورتوں میں خرچ کرنے سے جی چراتا ہو۔ خدا کی راہ میں بخل، ادائے حقوق میں تساہل، حدود اللہ سے تجاوز، یہ ظالموں کی صفات ہیں، صحابہ ان سے بالکل پاک تھے، انکی تو وہ شان تھی کہ خود رب العزت نے قرآن میں تعریف کی ہے۔

فصل

کیا اصحابِ صُفّہ نے مسلمانوں سے جنگ کی؟

جو شخص یہ کہے کہ صحابہ، عام اس سے کہ اصحابِ صُفّہ ہوں یا کوئی اور، یا تابعین یا تبع تابعین میں سے کسی شخص نے بھی کفار کی حمایت کی اور انکی طرف ہو کر رسول اللہ صلعم یا آپکے اصحاب سے جنگ کی یا اسے جائز سمجھا، یا خود یہ خیال کرتا ہو کہ اس طرح کی جنگ جائز ہے تو وہ شخص کج رو ہے، گمراہ ہے، بلکہ کافر ہے، اس سے توبہ کرانا واجب ہے اگر انکار کرے تو اسکا قتل ضروری ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا۔ (۴ : ۱۴)	ہدایت جان لینے کے بعد جو کوئی رسول ص سے مخالفت کرے اور مسلمانوں کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کرے ہم اُسے اُدھر متوجہ کرینگے جدھر متوجہ ہُوا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالینگے، اور دوزخ بُرا ٹھکانا ہے۔

اصحابِ صُفّہ اور اُنکے امثال "قراء" کہ جنکے قاتلوں پر نبی صلعم نے قنوت میں بددعا کی، صحابہؓ میں اعظم ترین ایمان والے، رسولؐ خدا کے ساتھ جہاد کرنے والے اللہ اور اُسکے حبیبؐ کی نصرت میں مر مٹنے والے لوگ تھے خود اللہ تعالیٰ نے اُنکے

متعلق فرمایا ہے :

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔ (۴ : ۲۸)

(مالِ فَیْ) ان فقراء مہاجرین کیلئے ہے جو اپنے گھر بار سے نکالدئے گئے ہیں، اللہ کا فضل ورضامندی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ؐ کی مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں ۔

اور فرمایا :

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ښ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڀ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ (۲۶ : ۱۲)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں، کفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحمدل ہیں، انہیں رکوع وسجود کرنیوالا پاتے ہو (جس سے) اللہ کا فضل ورضامندی چاہتے ہیں، انکی علامت سجدہ کے اثر سے انکے چہروں پر ہے، انکی یہی صفت تورات وانجیل میں ہے، مثل کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر توی کی پھر موٹی ہوئی پھر اپنی جڑ پر قائم ہوگئی، اچھی لگتی ہے کھیتی کرنے والونکو تاکہ ان کے (مسلمانوں کے) ذریعہ کفار کو غصہ دلائے۔

اور فرمایا :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَي

اے وہ جو ایمان لائے، تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائیگا تو اللہ ایک ایسی قوم لائیگا جس سے اُسے محبت ہوگی اور جو اس سے محبت

الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ذ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۔ (۱۲:۶)	کریں گے، مومنین پر نرم اور کافروں پر سخت ہونگے، اللہ کی راہ میں جہاد کرینگے، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرینگے ۔

نبی صلعم نے متعدد غزوات میں شرکت کی جنمیں سے نو میں لڑائی ہوئی مثلاً بدر، اُحد، خندق، خیبر، حُنین۔ بدر میں خدا نے مسلمانوں کو باوجود کمزور ہونے کے فتحیاب کیا، اُحد میں مغلوب ہوئے، حنین میں پہلے شکست کھائی پھر لوٹے تو مظفّر و منصور لوٹے، خندق میں محصُور رہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے بغیر کسی بڑی جنگ کے دشمنوں کو پراگندہ کردیا۔ تمام جنگوں میں مؤمنین، جنمیں اصحابِ صُفّہ اور دوسرے صحابہ سبھی ہیں، نبی صلعم کے ساتھ ہوتے تھے، انہوں نے ایمان کے بعد کفر و کفار کی طرف سے کبھی بھی جنگ نہیں کی۔ اسکے خلاف سمجھنا اور کہنا سخت گمراہی ہے ۔

اصل یہ ہے کہ اس طرح کی باتیں کہنے والے مومن نہیں، منافق ہیں منافقوں کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ہیں جو گو اسلام کا دعوٰی کرتے ہیں اور اُن میں کبھی زہد و عبادت بھی پائی جاتی ہے، مگر ساتھ ہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا تک پہنچنے کا راستہ ایمان و اتباع رسولؐ کے علاوہ ہے اور کہتے ہیں کہ اولیاء میں ایسے لوگ بھی ہیں جو رسُولؐ کی پیروی سے بے نیاز ہیں جس طرح خضرؑ حضرت موسٰیؑ کی پیروی سے بے نیاز تھے۔ انمیں ایسے منافق بھی ہیں جو اپنے شیخ یا عالم یا بادشاہ کو نبی صلعم پر علی الاطلاق یا بعض وجوہ سے فضیلت دیتے ہیں۔ یہ لوگ درحقیقت کافر ہیں اور قیام حجّت کے بعد انکا قتل واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلعم کو تمام جہان کیلئے مبعوث کیا عام اس سے کہ جن یا اِنس، زاہد ہوں یا بادشاہ، غرضکہ کوئی بھی آپکی پیروی سے مستغنی نہیں۔ رہا موسٰیؑ اور خضرؑ کا مغالطہ تو چونکہ حضرت موسٰیؑ

صرف اپنی قوم کیلئے رسول تھے اسلئے خضر پر انکی اتباع واجب نہ تھی، چنانچہ انہوں نے اُن سے صاف کہدیا تھا:

اِنِّی عَلٰی عِلْمٍ مِّنَ اللّٰہِ عَلَّمَنِیْہُ اللّٰہُ لَا تَعْلَمُہٗ، وَاَنْتَ عَلٰی عِلْمٍ مِّنَ اللّٰہِ عَلَّمَکَہُ اللّٰہُ لَا اَعْلَمُہٗ (بخاری)	مجھے خدا کی طرف سے ایک علم ملا ہے جو اُسنے مجھے سکھایا ہے اور تم اسے نہیں جانتے (اسی طرح) تمہیں خدا کی طرف سے ایک علم ملا ہے جو اُسنے تمہیں سکھایا ہے اور میں نہیں جانتا)

لیکن حضرت محمد صلعم کی حیثیت یہ نہ تھی، آپ کسی خاص گروہ یا قوم کی رہبری کیلئے نہیں بلکہ تمام دنیا کیلئے آفتاب ہدایت بنا کر بھیجے گئے تھے، چنانچہ فرمایا:

وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ" (نبی خاص اپنی قوم کیلئے بھیجا جاتا تھا لیکن میں تمام آدمیوں کیلئے بھیجا گیا ہوں) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (۹ : ۱۰)	کہدو اے لوگو میں تم سب کیلئے اللہ کا رسول ہوں، (وہ اللہ) جسے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت حاصل ہے -

اور فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا" (۲۲ : ۹)	ہم نے تجھے تمام لوگوں کیلئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے -

دوسری قسم کے منافق وہ ہیں جو کہتے ہیں اللہ کو تمام مخلوق رب اور پروردگار مانتی ہے، دین الہی، موافقت فطرت کے سوا اور کچھ نہیں، بُت پرستی و خدا پرستی شرک و خلوص عبادت، رجوع الی ماسوی اللہ اور حنیفیت، انبیا و صحف سماویہ پر ایمان اور ان سے کفر و اعراض سب برابر ہیں - یہ منافق اُن لوگوں کو جو ایمان

لائے، عمل صالح پرکاربند رہے اور اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا اور زمین کو فساد سے بھر دیا یکساں سمجھتے ہیں، اُنکے نزدیک متقین و فجار اور مسلمین و مجرمین ایک ہیں، وہ ایمان و تقویٰ اور عمل صالح و حسنات کو بمنزلۂ کفر و عصیان کے قرار دیتے ہیں، اہلِ جنت کو مثل اہلِ جہنم کے اور اولیاء اللہ کو مثل اعداء اللہ کے سمجھتے ہیں پھر اسے کبھی رضا بالقدر قرار دیتے ہیں اور کبھی توحید و حقیقت بتاتے ہیں۔ انکی گمراہی کی بنیاد اس بڑی گمراہی پر ہے کہ خدا کے ہاں جو چیز مطلوب ہے وہ توحیدِ ربوبیت ہے کہ جس سے کسی مخلوق کو بھی انکار نہیں، مؤمنین بھی اسپر ایمان رکھتے ہیں اور مشرکین بھی اسکا اقرار کرتے ہیں، بنابریں توحیدِ ربوبیت، "حقیقت کونیہ" جسکے تسلیم کر لینے کے بعد سب ہم درجہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اصل یہ ہے کہ یہ گمراہ اُن لوگوں میں سے ہیں جنکی بابت خبر دیگئی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِاطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ (۲۲ : ۱۱)	بعض لوگ ایسے ہیں جو کنارے پر سے خدا کی عبادت کرتے ہیں، اگر اسے اس سے کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے مطمئن ہوتے ہیں اور اگر امتحان میں پڑتے ہیں، الٹے پھر جاتے ہیں، انکی دنیا و آخرت دونوں ضائع ہوئے۔

اور انکے غلاۃ تو یہیں تک غلو کرتے ہیں کہ کفار کے قتال کو قتال اللہ قرار دیتے ہیں اور کفار و فجار اور بتوں کو خود ذات الٰہی ہی سے بتاتے اور کہتے ہیں "اس وجود میں اُسکے علاوہ اور کوئی نہیں، جو کچھ ہے وہی وہ ہے"، یعنی جتنی بھی مخلوق ہے سب خالق ہے اور جتنی بھی مصنوعات ہیں سب صانع ہیں۔ اور کبھی کہتے ہیں:

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ۔ (۶ : ۱۴۸)	اگر خدا چاہتا نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے بزرگ اور نہ کسی چیز سے محروم ہوتے۔

اور کہتے ہیں:

اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ (۳۶:۴۷)	کیا ہم اُسے کھلائیں جسے اگر خدا چاہتا ضرور کھلاتا۔

وغیرہ اقوال و افعال جو یہود و نصاریٰ بلکہ مشرکین و مجوس اور جملہ کفار کے اقوال و افعال سے بھی بدتر ہیں بلکہ وہ فرعون و دجّال وغیرہ کے اقوال و افعال کی جنس سے ہیں جو رب السماوات والارض اور رب العالمین کا انکار کرتے ہیں یا کہتے ہیں "ہم ہی اللہ ہیں یا اللہ ہم میں حلول کئے ہوئے ہے"!

یہ لوگ کتنا ہی ادعاے اسلام کریں، اسلام کی اصل الاصول یعنی شہادت "لا الٰہ الا اللہ، محمد رسول اللہ" کے منکر ہیں، کیونکہ جو توحید مطلوب و واجب ہے، یہی ہے کہ صرف خداے واحد کی پرستش کی جائے اور کسی چیز کو بھی اُسکے ساتھ شریک کیا جائے، نہ اُسکی اُلوہیت میں نہ اُسکی ربوبیت میں۔ رہی محض توحید ربوبیت یعنی یہ اقرار کہ خدا ہر چیز کا خالق ہے، تو مشرکین بھی اسکے قائل تھے لیکن باوجود توحید ربوبیت پر ہونے کے مشرک قرار دئے گئے۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (۱۲:۱۰۶)	ان میں سے اکثر شرکت کرتے ہوئے ہی اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں "ان سے پوچھو آسمان و زمین کس نے پیدا کئے؟ کہدینگے "اللہ نے"! لیکن اسپر بھی غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (۳۱:۲۵) قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ، سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ	اگر ان سے پوچھو کس نے آسمان و زمین پیدا کئے؟ کہدینگے خدا نے۔ پوچھو، زمین اور جو کچھ اسمیں ہے کس کا ہے .... کہدینگے اللہ کا .... پوچھو ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم کا رب

وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ، قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ - قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ، سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ، قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ - (۱۸ : ۵)	کون ہے ؟ کہہ دینگے اللہ .... پوچھو کس کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور پناہ دیتا ہے اور اسکے مقابلہ میں پناہ نہیں دی جاتی .... کہہ دینگے خدا ...... -

پس کفار و مشرکین بھی اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ہی آسمانوں، زمینوں اور تمام کائنات کا خالق ہے - کفار میں کوئی ایک بھی نہیں جسنے خدا کی ذات وصفات و افعال میں کسی دوسرے کو اسکا بالکل مساوی شریک گردانا ہو - چنانچہ آتش پرست مجوس، حضرت عیسٰی کو خدا کا بیٹا ماننے والے نصارٰی، ستاروں اور فرشتوں کے پرستار صابی، انبیا و صالحین کی پوجا کرنیوالے جاہل، بتوں اور قبروں پر جھکنے والے غافل، کوئی بھی نہیں جو غیر اللہ کو بہمہ وجوہ خدا کا ہم پلہ شریک مانتا ہو بلکہ باوجود اپنے کفر و شرک کی مختلف شکلوں کے سب کے سب رب العزت کا اقرار کرتے اور اسکی ذات وصفات و افعال میں کسی کو بالکل اسکا مثیل نہیں مانتے ہیں - لیکن اسپر بھی خدا کی شریعت میں کافر و مشرک بتائے گئے ہیں، کیونکہ اگر ربوبیت میں نہیں تو الوہیت میں تو شرک کرتے اور اسکے ساتھ غیروں کو معبود ٹھیراتے ہیں، انکی پرستش کرتے ہیں، انہیں شریک یا شفیع سمجھتے ہیں - یہ اسکی ربوبیت میں بھی دوسرے درجہ کا شرک کرتے ہیں یعنی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کائنات کا خدائے حیّ و قیوم کے علاوہ ایک اور رب اور پروردہ بھی ہے جو خدا ہی کی مخلوق ہے اور اسی کی ربوبیت سے فیضیاب ہوتا ہے -

لیکن رب السموات والارض کو یہ شرک بھی منظور نہیں، اسکی مشیئت و حکم یہی ہے کہ میری عبادت میں اور میری ربوبیت میں کسی کو شریک بناؤ بلکہ تنہا

میری ہی بے میل پرستش کرو۔ چنانچہ اپنے تمام نبیوں اور اپنی تمام کتابوں کے ذریعہ اس نے یہی پیغام اور حکم بھیجا ہے کہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرو۔

فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ (۱۷ : ۲)

تم سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا کہ جسکو وحی نہ کی ہو کہ بجز میرے کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو۔

اور فرمایا:

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۔ (۲۵ : ۱۰)

اپنے پہلے رسولوں سے پوچھو کہ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ اور معبود مقرر کئے ہیں کہ جنکی عبادت کی جائے؟

اور فرمایا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ، فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ۔ (۱۴ : ۱۱)

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے اجتناب کرو، پس ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت کی اور بعض پر گمراہی چھا گئی۔

اور فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا، اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ، وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۔ (۱۸ : ۴)

اے رسولو، طیبات کھاؤ اور نیک کام کرو میں تمہارے عمل سے واقف ہوں، اور یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، پس مجھی سے ڈرو۔

یہ (یعنی توحید) اسلام کی پہلی اصل تھی، اسکے بعد ہی دوسری اصل ہے اور وہ

تصدیقِ رسالت وطاعت رسول ہے۔شروع سے لیکر آخر تک تمام انبیاؑ مثلاً نوحؑ وہود وصالح (علیہم السّلام) سب نے آکر یہی دعوت دی کہ:

اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوۡہُ وَاَطِیۡعُوۡنِ" (۲۹:۹)	خداکی عبادت کرو، اس سے ڈرو، اور میری اطاعت کرو۔

پس جسکا یہ عقیدہ نہیں کہ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں، تمام جہانوں کیلئے ہادی بنائے گئے ہیں، تمام مخلوق پر آپکی اتباع وپیروی واجب کردیگئی ہے، حلال وہی ہے جو آپنے حلال کیا، حرام وہی ہے جسے آپنے حرام بتایا، دین الٰہی وہی ہے جسکی آپنے تبلیغ کی، تو ایسا شخص کافر ہے اور اُن منافقین وکفار کے زمرہ میں شامل ہے جو آپکے دین وشریعت واطاعت سے سرکشی کو (اگرچہ کسی حیثیت سے ہو) جائز رکھتے اور دین اللہ کی تخریب میں کفار وفجار کی اعانت ونصرت رواجانتے ہیں۔

جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اصحاب صُفّہ نے رسول اللہ سے قتال کیا یا کہا کہ "ہم تو اللہ کے ساتھ ہیں، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ ہے، ہم بھی اُسی کے ساتھ ہیں" تو وہ سراسر مفتری وکذاب ہے۔ ان گمراہوں کی مراد امر الٰہی اور حقیقتِ دینیہ کو چھوڑ کر وہی "حقیقتِ کونیہ" ہے جسکی طرف ہم ابھی اشارہ کر چکے ہیں۔ اہلِ تصوّف وفقر میں اسطرح کے استدلال کرنیوالے وہی لوگ ہیں جو کفار وفجار سے سازباز رکھتے ہیں، انکی مدد کرتے ہیں، اپنی روح وقلب توجہ سے انکی حفاظت کرتے ہیں، شریعت محمدیہ سے خروج اپنے لئے بالکل مباح سمجھتے ہیں اور پھر یہ اعتقاد ودعویٰ بھی رکھتے ہیں کہ ہم "اولیاء اللہ" ہیں! حالانکہ وہ ازسرتاپا ضلالت وگمراہی کا مجسمہ ہیں اگرچہ کتنے ہی زہد وعبادت کی نمائش کریں۔

اللہ تعالیٰ نے مومن کو مومن کا اور کافر کو کافر کا ولی ومددگار بنا دیا ہے۔ نبی صلعم نے مارقین اسلام سے مقاتلہ کا حکم دیا ہے حالانکہ انکی عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا کہ

خود ہی فرمادیا: یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتھم وصیامہ مع صیامھم وقراءتہ مع قراءتھم " (تم اپنی نماز انکی نماز کے سامنے اور اپنا روزہ ان کے روزے کے سامنے اور اپنی تلاوت انکی تلاوت کے سامنے حقیر جانوگے) لیکن انکی حقیقت کیا تھی؟ " یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ " (قرآن پڑھینگے مگر انکے حلق سے آگے نہ بڑھیگا، اسلام سے اسطرح نکلجائینگے جس طرح تیر چلّہ سے نکل جاتا ہے)۔ اس لئے حکم دیا: اینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجر عند اللہ لمن قتلھم یوم القیمۃ لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد " (جہاں کہیں انہیں پاؤ قتل کرو کیونکہ انکے قتل میں قاتل کیلئے خدا کے ہاں قیامت کے دن ثواب ہے، اگر میں نے ان کا زمانہ پایا تو انہیں قوم عاد کی طرح قتل کرونگا) چنانچہ امیر المومنین علیؓ بن ابی طالب نے اس فرمان نبوی کی تعمیل کی، جب یہ گروہ ظاہر ہوا، شریعت محمدیؐ سنت نبوی اور جماعت امت مرحومہ سے باہر ہوگیا تو امیر المومنین نے تلوار اٹھائی اور مقاتلہ کیا۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ شریعت میں اُن لوگوں کا کیا حکم ہوگا جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ مومنین، کفار کی طرف سے خود رسول اللہ پر تلوار چلاتے تھے؟

اسی طرح ان کذابوںکی یہ روایت بھی سراسر افترا ہے کہ اصحاب صُفّہ کو وہ سب معلوم ہوگیا تھا جو اللہ نے اپنے رسولؐ سے معراج کی رات فرمایا تھا۔ حالانکہ بقول اُنکے خدا نے تاکید کردی تھی کہ اُسے کسی پر ظاہر نہ کریں، مگر جب صبح ہوئی تو اصحاب صُفّہ میں اسکا چرچا پایا، اسپر آپ بہت کبیدہ ہوئے مگر خدا نے فرمایا: ہاں میں نے تجھے اسکے اظہار کی ممانعت کی تھی، لیکن خود میں نے جو تیرا خالق و معبود ہوں، اسے اصحاب صُفّہ پر کھولدیا!" یہ اور اس طرح کی تمام روائتیں سراسر کذب

افترا بلکہ کفر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ اس سفید جھوٹ سے بڑھکر بھی کوئی جھوٹ ہوگا کہ معراج کے قصہ میں یہ فرضی واقعہ اصحاب صفہ سے منسوب کر دیا گیا؟ معراج مکہ میں ہوئی تھی جہاں صفہ و اصحاب صُفّہ کا وجود بھی نہ تھا۔ معراج کا مکہ میں ہونا مسلّم ہے۔ خود قرآن میں ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ۔ (۱۵: ۱)	پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ لے گیا کہ جسکے گرد ہم نے برکت دی ہے۔

یہی حال ان گمراہوں کی اُس جھوٹی روایت کا ہے جسمیں حضرت عمرؓ کا یہ کہنا بیان کرتے ہیں کہ: کان النبیّ صلعم یتحدث ھو و ابوبکر و کنت کالزنجی بینھما۔" (نبی صلعم اور ابوبکرؓ باتیں کرتے تھے اور میں انکے مابین زنگی کی طرح ہوتا تھا) حالانکہ یہ بھی ایک صریح بہتان ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ ایک طرف حضرت عمرؓ کو جو حضرت صدّیق کے بعد افضل خلق تھے اس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ اور یار غار کی گفتگو بالکل نہ سمجھ سکتے تھے بلکہ ایک کودن زنجی کی طرح بیٹھے اِدھر اُدھر دیکھا کرتے تھے" اور دوسری طرف خود اپنے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ باوجود غیر موجود ہونیکے انھوں نے وہ گفتگو سُنی اور خوب سمجھ لی! پھر ان دجّالوں میں سے ہر دجّال اپنی ضلالات و کفریات کو "علم الاسرار و حقائق" قرار دیتا اور اپنی ہوا و ہوس کے مطابق انکی تفسیر و تشریح کرتا ہے، حالانکہ ان کفریات سے انکی اصلی غرض یا تو اتحاد ہے یا تعطیل شریعت۔

یہی حال اُن کفریہ دعووں کا بھی ہے جو نصیریہ، اسماعیلیہ، قرامطہ، باطنیہ اور حاکمیہ وغیرہ گمراہ فرقے کرتے تھے۔ وہ دین اسلام کے صریح خلاف ہیں اور انہیں حضرت علیؓ بن ابی طالب یا امام جعفر صادقؓ وغیرہ ائمہ اہل بیت کیطرف منسوب کرنا

صریح بہتان ہے۔

ائمہ اہلِ بیت اور دوسرے اولیاء اللہ پر اسقدر افتراپردازی کی رغبت اُن دشمنانِ دین و شریعت کو اس وجہ سے ہوئی کہ اہل بیت کو چونکہ رسول مقبول صلعم سے قرابتِ نسبی اور اولیاء اللہ و صالحین کو قرابتِ اتصال و اتباع حاصل ہے اور اسلئے وہ امتِ محمدیہ میں عام طور پر مقبول و محترم ہیں، لہذا اپنی گمراہی و ضلالت کو خوشنما و مقبول بنانے کیلئے انہوں نے ہر چیز اُن لوگوں سے منسوب کر دی، اور بہتوں نے تو اُنکے معاملہ میں اسقدر غلو کیا کہ انہیں معبود بنا دیا اور اُن سے منسوب گمراہیوں کو کتاب اللہ، سنّتِ رسول اللہ، اجماع سلف صالح بلکہ خود اہل بیت و اولیاء اللہ کے حقیقی اجماع پر ترجیح دیدی۔

فصل

کیا اصحابِ صُفّہ تمام صحابہؓ سے افضل تھے؟

رہا اصحابِ صفّہ کو عشرہ مبشّرہ اور دوسرے صحابہؓ پر فضیلت دینا، تو یہ سخت غلطی و گمراہی ہے۔ حق یہ ہے کہ اس امت میں اسکے نبیؐ کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدّیقؓ پھر عمرؓ فاروق ہیں جیساکہ خود امیر المومنین علیؓ بن ابیطالب سے موقوفًا و مرفوعًا اور جیساکہ کتاب و سنّت اور اجماع سلف صالح و ائمۂ علم و سنّت سے ثابت ہے۔ صاحبینؓ کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا درجہ ہے، پھر بقیہ اہلِ شوریٰ: طلحہ بن عبید اللہؓ، زبیرؓ بن العوام، سعدؓ بن ابی وقاص عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور انکے ساتھ ابو عبیدہؓ بن الجراح امین ہذہ الامۃ اور سعیدؓ بن زید کا درجہ ہے۔ یہی لوگ "عشرہ مبشّرہ" ہیں اور انکے حق میں جنّت کی شہادت

و بشارت موجود ہے۔

اس سے بھی بڑھکر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صاف فرما دیا ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ، اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا، وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" (۲۷ : ۱۷)	تم میں سے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ زیادہ بڑے درجہ والے ہیں اُن لوگوں سے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑائی کی، اور ہر ایک سے اللہ نے بہتری کا وعدہ کیا ہے

اس آیت میں خدا نے اُن مومنین سابقین کو جنہوں نے فتح حدیبیہ سے پہلے جان و مال سے جہاد کی طرف پیشقدمی کی اُن مومنین پر فضیلت دی ہے جو اُن کے بعد آئے ہیں۔ اور فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ (۲۶ : ۱۱)	البتہ خدا مومنین سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کرتے تھے۔

اور فرمایا:

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ الخ۔ (۱۱ : ۲)	مہاجرین و انصار میں سے سابقون اوّلون اور جنہوں نے انکی نیکی کے ساتھ اتباع کی الخ

اصحابِ بدر کی فضیلت اِسقدر ثابت ہے کہ سب سے ممتاز ہو گئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ اور اُسکے رسولؐ نے فضیلت دی ہے ان میں بعض اہلِ صُفّہ اور باقی دوسرے صحابہؓ داخل ہیں۔ عشرہ مبشّرہ میں کوئی بھی صُفّہ میں نہ تھا، بجز سعدؓ بن ابی وقاص کے کہ جنکے متعلق کہا گیا ہے کہ ایک مرتبہ صُفّہ میں رہے تھے۔ رہے اکابر مہاجرین و انصار مثلاً خلفائے راشدینؓ، سعدؓ بن معاذ، اُسیدؓ بن الحضیر، عبّادؓ بن بشر، ابو ایوبؓ انصاری، معاذؓ بن جبل، ابی بن کعب

وغیرہم تو ان میں سے کوئی ایک بھی صُفّہ میں نہ تھا۔ اصحابِ صُفّہ عموماً فقراءِ مہاجرین میں سے تھے، انصار اپنے وطن میں تھے اور اپنی کفالت خود کرتے تھے۔
اُس وقت کوئی بھی اصحابِ صُفّہ یا کسی دوسرے انسان سے کوئی نذر یا منت نہ مانتا تھا۔

فصل

کیا اصحابِ صُفّہ کو حال آتا تھا؟

رہا سیٹیوں، تالیوں اور ربّانی قصائد سُننے کیلئے جمع ہونا عام اس سے کہ سرود کے ساتھ ہو یا بغیر سرود کے تو یہ فعل نہ صحابہؓ نے کیا نہ اہلِ صفہ نے نہ سلف صالح کی کسی اور جماعت نے بلکہ تابعین، تبع تابعین بلکہ قرون ثلاثہ جو بموجب حدیث نبویؐ : خیر القرون قرنی الذی بعثت فیھم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم "خیر القرون" ہیں، کسی نے بھی نہیں کیا۔ صدر اوّل میں کوئی شخص بھی اس قسم کے سماع کیلئے جمع نہ ہوتا تھا نہ حجاز میں نہ شام میں نہ یمن میں نہ عراق میں نہ مصر میں نہ خراسان میں نہ مغرب اقصیٰ میں۔ البتہ ایک سماع ضرور ایسا تھا جس کیلئے انکا اجتماع ہوا کرتا تھا اور وہ قرآن کا سماع تھا نہ کہ تالیوں، باجوں اور ہاد ہو کا سماع۔ چنانچہ جب صحابہ (اصحابِ صفّہ ہوں یا دوسرے) یکجا ہوتے تو ایک سے کہتے قرآن پڑھو، وہ تلاوت شروع کرتا اور باقی سب سنتے تھے۔

روایت ہے ایک مرتبہ نبی صلعم کا اصحابِ صُفّہ کی طرف سے گزر ہوا، ان میں ایک شخص قرآن پڑھ رہا تھا، آپ اُنکے ساتھ قرآن سننے کیلئے بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ ابو موسیٰؓ سے کہا کرتے تھے "یا ابا موسیٰ ذکرنا ربنا" (ابو موسیٰؓ! ہمیں ہمارے رب کی

یاد دلاؤ) چنانچہ وہ قرأت کرتے تھے اور سب سُنتے تھے۔

یہ کہنا صریح کذب وبہتان ہے کہ اصحاب صُفّہ کیلئے کوئی خاص حاد (گویا) تھا جو صلاح قلوب کیلئے ربانی قصائد گاتا تھا۔ یا یہ کہ ایک مرتبہ انہیں بعض اشعار پر وجد آگیا اور کپڑے پھاڑ ڈالے۔ یا یہ کہ انکی مجلس میں یہ شعر گائے گئے:

قد لسعت حیة الھوی کبدی فلا طبیب لھا ولا راقی

(عشق کے افعی نے مجھے ڈسا ہے نہ کوئی اسکا طبیب ہے نہ جھاڑنے والا)

الا الطبیب الّذی شغفت بہ فعندہٗ رقیتی وتریاقی

(بجز اُس طبیب کے جس سے مجھے شغف ہے صرف اُسی کے پاس میرا منتر اور تریاق ہے)

یا یہ کہ نبی صلعم نے جب فرمایا کہ: ان الفقراء یدخلون الجنۃ قبل الاغنیاء بنصف یوم ؀۱ (فقراء جنت میں اغنیاء سے آدھے دن پہلے داخل ہونگے) تو اسپر شعر کہے گئے اور انہیں وجد آگیا۔ یہ تمام روایتیں محض کذب وافترا ہیں، تمام اہل علم وایمان انکے کذب وبطلان پر متفق ہیں، نزاع کرنے والا محض جاہل یا گمراہ ہے، اگر کسی کتاب میں اس قسم کی کوئی بات مذکور ہے تو بھی جھوٹ ہے۔

فصل

اصحاب صُفّہ اور آیت اصبر نفسک الخ

رہی آیت: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ؀۱ (۱۵: ۱۶) (ان لوگوں کے ساتھ برابر رہو جو اپنے رب کو صبح شام پکارتے ہیں، (اور اس سے) اسی کی رضامندی چاہتے ہیں) کہ جسکی بابت سوال کیا گیا تو عام ہے اور اُن تمام لوگوں کو شامل ہے جو اس وصف میں داخل ہیں، چنانچہ فجر

وعصر کی باجماعت نمازیں پڑھنے والے بھی اسکے تحت میں ہیں، کیونکہ وہ بھی اپنے رب کو صبح شام پکارتے اور اُسکی رضا و خوشنودی چاہتے ہیں۔ اس میں اصحابِ صُفّہ کی کوئی قید نہیں، یہ وصف رکھنے والے تمام مسلمان اسکے مصداق ہیں۔ اس آیت میں خدا نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا ہے کہ اللہ کے ان صالح بندوں کا ساتھ نہ چھوڑیں جو اپنے مالک سے لَو لگائے ہیں اور آخرت کی جستجو میں بے قرار ہیں۔ پھر فرمایا: کیا اُن کا ساتھ چھوڑنے سے تم دنیاوی زندگی اور اسکی عیش و عشرت چاہتے ہو: تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" (۱۸:۱۵) ظاہر ہے اسمیں خاص طور پر اصحابِ صُفّہ کا کوئی ذکر نہیں، اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ گو انکے نام کی تصریح نہیں مگر اُتری انھیں کے حق میں ہے کیونکہ آیت سورہ کہف میں ہے جو ایک مکّی سورت ہے اور معلوم ہے کہ مکّہ میں اصحابِ صُفّہ نہ تھے۔ یہی حال سورۂ انعام کی اس آیت کا ہے:

"وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" (۶:۱۲)	ان لوگوں کو نہ ہانک دے جو اپنے رب کو صبح شام پکارتے اُسکی رضا چاہتے ہیں، ان کے حساب میں سے کچھ بھی تجھ پر نہیں ہے اور نہ تیرے حساب میں سے کچھ ان پر ہے، ورنہ اگر تو انہیں ہانک دے تو ظالموں میں سے ہو جائیگا۔

ان دونو آیتوں کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب متکبّر سردارانِ قریش نے نبی صلعم سے مطالبہ کیا کہ کمزور اور غریب مسلمانوں کو اگر آپ علیحدہ کر دیں تو ہم پاس آئینگے مگر ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع کیا اور حکم دیا کہ باوجود غربت و کمزوری ان مومنین صادقین کا ساتھ نہ چھوڑیں جو رضاء الٰہی کے بھوکے پیاسے ہیں اور اہل ریا

و دولت کی طرف نہ جھکیں جو غریبوں اور کمزوروں کو ذلیل سمجھ کر دور کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ خدا کی نظر میں امیر و غریب، زبردست و زیردست سب برابر ہیں، وہاں کوئی اپنی طاقت و مال کے زور سے آگے بڑھ نہیں سکتا اور نہ اپنی بیچارگی و مسکینی کی وجہ سے گر سکتا ہے بلکہ جو چیز اُس دربار میں مقبول و مطلوب ہے وہ ایمان صحیح اور عمل صالح ہے، پس حکم دیا کہ ان مومنین صادقین کو بدستور ساتھ رکھو اور مغروروں اور غافلوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرو۔ یہ واقعہ ہجرت مدینہ سے پہلے کا ہے جب نہ اصحاب صُفّہ تھے اور نہ خود صُفّہ کا وجود تھا، لیکن چونکہ آیت عام ہے اس لئے اصحاب صُفّہ اور جملہ مسلمان اسمیں داخل ہو سکتے ہیں۔

فصل

ولیوں کے بارے میں جھوٹی حدیث

رہی حدیث: "ما من جماعۃ یجتمعون الّا و فیہم ولی اللّٰہ"[1] تو کذب بحت ہے اور معتبر کتب اسلام میں کہیں موجود نہیں۔ اسکا بطلان محتاج دلیل نہیں، کیونکہ ممکن ہے جمع ہونیوالی جماعت کافر ہو، فاسق ہو اور اسی حالت پر مرے، ظاہر ہے ولی اللہ نہ کافر ہو سکتا ہے نہ فاسق ہو سکتا ہے نہ سوا ایمان کے کسی دوسری حالت پر مر سکتا ہے۔

---

[1] ترجمہ۔ "ہر وہ جماعت جو اکٹھی ہوتی ہے اسمیں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے۔" بعضوں نے اس حدیث میں اتنا اور اضافہ کر دیا ہے: "لا ہم یدرون بہ ولا ھو یدری بنفسہ" (نہ لوگ اُسے جانتے ہیں اور نہ وہ خود اپنے تئیں جانتا ہے) یہ پوری حدیث موضوع ہے۔ علی القاری نے "موضوعات" میں کہا ہے "یہ بے معنی کلام ہے۔"

فصل

اولیاءاللہ کون لوگ ہیں؟

اولیاءاللہ وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے جیساکہ خدا نے اپنی کتاب میں صاف فرمادیا ہے۔ انکی دو قسمیں ہیں: مقتصدون اصحاب الیمین اور مقربون السابقون۔ "ولی اللہ" "عدو اللہ" کی ضد ہے، فرمایا:

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ، الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔ (۱۱: ۱۲)	خدا کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہونگے، وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔

اور فرمایا:

"إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ، وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ" (۶: ۱۲)	تمہارا دوست صرف خدا ہے اور اُس کا رسول اور وہ جو ایمان لائے جو نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنیوالے ہیں، جو اللہ اور اُس کے رسول اور مومنین کی دوستی و مددگاری کریگا تو اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔

اور فرمایا:

لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ" (۲۸: ۷)	میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ۔

اور فرمایا:

أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ" (۱۵: ۱۹)	کیا تم اُسے (شیطان) اور اسکی نسل کو مجھے چھوڑ کر (دوست) ٹھیراتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔

صحیح بخاری میں ابو ہُریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی اُسنے خود مجھ سے علانیہ جنگ چھیڑ دی، کسی کام میں مجھے اتنا پس و پیش نہیں ہوتا جتنا اپنے اُس مومن بندے کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے جسے موت ناپسند ہے کیونکہ میں اُسے تکلیف دینا پسند نہیں کرتا حالانکہ موت اُس کیلئے ضروری ہے۔ سبسے زیادہ جس چیز سے میرا بندہ مجھ سے قربت حاصل کرسکتا ہے، میرے فرائض کی ادائیگی ہے، میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے برابر نزدیک ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، اور جب میں محبت کرنے لگتا ہوں تو اُسکا کان ہوتا ہوں جس سے وُہ سُنتا ہے، اُسکی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اُسکا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ حملہ کرتا ہے، اُسکا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، پس وہ مجھی سے سُنتا ہے، مجھی سے دیکھتا ہے، مجھی سے حملہ کرتا ہے، مجھی سے چلتا ہے"۔

"وَلِیْ" "وَلْیٌ" سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں قرب نزدیکی، ٹھیک اسی طرح جس طرح "عَدُوٌ" "عَدْوٌ" سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں بُعد و دُوری۔ پس اللہ کا ولی وہی ہے جو اسکے محبوبات و مرضیات میں اسکی موافقت و اطاعت کے ذریعہ اس سے قرب نزدیکی حاصل کرتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث صحیح میں رسول اللہ صلعم نے دو گروہ ذکر کئے ہیں: مقتصدون اصحاب الیمین، یعنی وہ لوگ جو واجبات کے ذریعہ اسکی قربت حاصل کرتے ہیں اور "سابقون المقربون" اور یہ وہ خوش نصیب ہیں جو واجبات کے بعد نوافل[۱] بھی پُورے کرتے اور اسطرح سبقت و قربت کی لازوال دولت سے مالامال ہو جاتے ہیں۔ سورۂ فاطر، واقعہ، انسان اور مطففین میں

---

[۱] نوافل و واجبات و فرائض۔ سے مقصود صرف "نمازیں" نہیں ہیں، بلکہ تمام اعمال صالحہ عام اس سے کہ عبادات ہوں یا حقوق العباد وغیرہ۔

ان جماعتوں کا ذکر موجود ہے اور خدا نے خبر دی ہے کہ جس شراب سے مقرب ہمیشہ سیراب ہوا کرینگے اس سے اصحاب یمین کی شراب ممزوج کی جائیگی۔

ولی مطلق وہ ہے جو زندگی کے آخری لمحہ تک ایمان و تقویٰ و صلاح پر مضبوطی سے قائم رہا اور اسی پر اس جہان سے رخصت ہوا۔ لیکن وہ شخص جو ایمان و تقویٰ رکھتا ہے مگر علمِ الٰہی میں یہ محقق ہے کہ آخر تک ثابت قدم نہ رہیگا، تو کیا ایمان و تقویٰ کی حالت میں وہ اللہ کا ولی قرار دیا جائیگا یا کہا جائیگا کہ وہ کبھی بھی ولی نہ تھا کیونکہ خدا کو اسکا خاتمہ معلوم تھا؟ اس مسئلہ میں علما کا ویسا ہی اختلاف ہے جیسا اُس ایمان کی صحت میں جسکے بعد کفر ہو۔ بعض ایسے ایمان کو صحیح قرار دیتے ہیں اور اُن اعمال پر قیاس کرتے ہیں جو کامل ہونیکے بعد باطل ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اُسے سرے سے باطل قرار دیتے ہیں اور اُس روزہ اور نماز پر قیاس کرتے ہیں جو غروب سے یا سلام سے پہلے فاسد ہو جائے۔ اس مسئلہ میں فقہاء و متکلمین صوفیہ کے دو قول مروی ہیں، اہل سنت و حدیث اصحابِ احمدؒ میں بھی نزاع ہے، اصحابِ مالکؒ شافعی وغیرہم بھی متفق الخیال نہیں ہیں، لیکن اکثر اصحاب ابی حنیفہؒ، صحتِ اعمال میں صحتِ نتیجہ کو شرط قرار نہیں دیتے برخلاف انکے اکثر اصحابِ مالکؒ و شافعیؒ اسے شرط بتاتے ہیں۔ یہی رائے متکلمین اہلِ حدیث مثلاً اشعریؒ اور متکلمین شیعہ میں سے ایک بڑی جماعت کی بھی ہے۔ اس نزاع پر اس مسئلہ کی بھی بنیاد رکھتے ہیں کہ آیا ولی اللہ کبھی عدو اللہ اور عدو اللہ کبھی ولی اللہ ہو جاتا ہے، اور آیا جس سے خدا نے ایک مرتبہ محبت کی اور راضی ہوا کیا اُس سے پھر کبھی ناخوش بھی ہو جاتا ہے؟ اسی طرح جس سے خدا ناراض ہوا کیا پھر کبھی اس سے محبت بھی کرتا ہے؟ اس بارے میں بھی علماء کے وہی دو قول موجود ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔

لیکن تحقیق یہ ہے کہ دونو قولوں کو جمع کر دیا جائے، کیونکہ علم الٰہی قدیم ازلی

ہے اور اسمیں جو کچھ ہے عام اس سے کہ محبت و رضا مندی ہو یا بغض و ناراضی، ہرگز بدلنے والا نہیں، پس جسکے متعلق خدا کے علم میں ہے کہ موت کے وقت ایمان و تقویٰ سے متصف ہوگا تو اس سے اسکی محبت و ولایت و رضا مندی اُزل و اَبد میں متعلق ہو گئی۔ اسی طرح جسکے متعلق خدا کا علم ہے کہ موت کے وقت کافر ہوگا، اس سے اسکی نفرت و عداوت و ناراضی ازل و ابد میں متعلق ہو گئی۔ لیکن بایںہمہ خدا اسکا سابق کفر و فسق ناپسند کرتا ہے اور اسی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ خود اسے ناپسند کرتا ہے کیونکہ وہ ان افعال سے نفرت کرتا اور اُنسے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ نیز ایمان و تقویٰ کی قسم سے انہی افعال کی ہدایت کرتا ہے جو اُس شخص نے بعد کو اختیار کئے اور ظاہر ہے جس بات کا وہ حکم دیتا ہے اُس سے محبت کرتا اور خوش ہوتا ہے۔

اسکی دلیل یہ ہے کہ تمام اُمت متفق ہے کہ اگر مومن مرتد ہو جائے تو اس کے سابق ایمان کو نماز، روزہ، حج وغیرہ عبادات کی طرح فاسد قرار نہیں دیا جائیگا جو کمال سے پہلے باطل ہو جاتی ہیں بلکہ ایسی صورت میں وہی حکم لگایا جائیگا جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرما دیا ہے کہ:

"وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ" (۵:۶)	جو کفر کریگا اسکا عمل ضائع جائیگا۔

اور فرمایا:

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ" (۴:۲۴)	اگر تو شرک کرے گا تو تیرا عمل ضرور ضائع جائیگا۔

اور فرمایا:

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (۱۶:۷)	اگر وہ شرک کرتے تو ضرور اُنکے عمل ضائع جاتے،

ورنہ اگر ایمان اوّل فاسد قرار دیا جائے تو واجب ہوگا کہ اُسکے تمام سابق اعمال بھی غیر معتبر ہو جائیں : تمام نکاح فاسد، تمام ذبیحے حرام اور تمام عبادتیں باطل قرار دی جائیں حتیٰ کہ اگر اُس نے کسی کی طرف سے حج کیا ہے تو حج باطل، اگر نماز میں امام رہا ہے تو مقتدیوں کی تمام نمازیں باطل اُنکا اعادہ ضروری، اور اگر شہادت دی ہے یا فیصلہ کیا ہے تو یہ شہادت اور فیصلہ دونوں فاسد ..... اسیطرح کہنا پڑیگا کہ وہ کافر جسکا ایمان لانا اللہ کے علم میں محقق ہے اور اس وجہ سے حالتِ کفر میں بھی اسکا محبوب و ولی ہے، جب ایمان لے آئے تو اسکے زمانۂ کفر کے تمام اعمال عدم محض قرار دے دئے جائیں۔ حالانکہ یہ دونو باتیں کتاب و سنّت اور اجماع امّت کے قطعی خلاف ہیں۔

پس جو کہتا ہے کہ ولی اللہ وہی ہے جو موت کے وقت ایمان و تقوٰی سے متصف ہے تو اسکا علم خود ولی اور دوسروں کیلئے بہت مشکل ہے۔ اور جو کہتا ہے کہ ہر متقی مومن، ولی اللہ ہو سکتا ہے، تو اسکا علم خود ولی اور دوسروں کیلئے نسبتاً آسان ہے لیکن یہ علم بھی بہت کم حاصل ہوتا ہے۔ بنابریں اس بات میں کسی فیصلہ و حکم کی جرأت درست نہیں، البتہ جسکی ولایت و نجات نص سے ثابت ہے مثلاً عشرۂ مبشرہ وغیرہ تو عامۂ اہلِ سنّت اس کی ولایت و نجات کی شہادت دیتے ہیں۔ رہے وہ بزرگ جنہیں امّت میں لسانِ صدق کا مرتبہ حاصل ہے اور تمام مسلمان انکی مدح و ثنا پر متفق ہیں تو انکی ولایت کی شہادت کے متعلق اہل سنت میں اختلاف ہے، لیکن اولیٰ یہی معلوم ہوتا ہے کہ انکی ولایت تسلیم کی جائے۔ یہ حکم عام حالات کا ہے لیکن خواصِ امّت کبھی خدا کے بخشے ہوئے کشف کے ذریعہ بعض لوگوں کا انجام معلوم کر سکتے اور کہہ سکتے ہیں کہ فلاں ولی ہے یا نہیں۔ مگر کشف کا معاملہ ایسا نہیں ہے جسکی عام تصدیق واجب ہو کیونکہ بسا اوقات اسمیں غلطی بھی ہو جاتی ہے، صاحب کشف سمجھتا ہے

کہ کشف ہو گیا حالانکہ حقیقت میں وہ محض ایک ظن ہوتا ہے اور حق سے کوسوں دور۔
اور یہ کچھ بھی عجیب نہیں، اصحاب مکاشفات و مخاطبات بھی کبھی اُسی طرح وہم اور
غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں جس طرح اہل علم و استدلال کو اجتہاد میں ٹھوکر لگتی ہے۔
اِسی لئے سب لوگوں پر عام اس سے کہ اصحاب کشف ہوں یا اصحاب نظر، واجب
ہے کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کو مضبوطی سے پکڑیں، اپنے مواجید و مشاہدات
و آراء و معقولات کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھیں اور اس سے بے نیاز ہو کر صرف
اپنی ذات پر بھروسہ نہ کریں۔ چنانچہ امت محمدیہ کے سید المحدثین المخاطبین الملہمین
حضرت عمرؓ بن الخطاب کو خود بارہا ایسے حالات و واقعات پیش آ جاتے تھے جنہیں
آپ رسول اللہ صلعم اور آپ کے صدیق و متبع و تابع (جو محدث سے افضل درجہ ہے)
کے سامنے رکھنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ ظاہر ہے اگر حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر
ولی کتاب و سنت کے اتباع سے مستغنی نہ ہو سکتے تھے تو پھر اور کون ہو سکتا ہے؛

بنابریں تمام نوع انسانی پر رسول کی اتباع و اطاعت تمام ظاہری و باطنی
امور میں واجب کر دی گئی ہے۔ اور اگر ایسا ہوتا کہ کسی کے پاس خدا کی طرف سے ایسی
خبریں آیا کرتیں جنہیں کتاب و سنت پر پرکھنے کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ بلاشبہ اپنے
دین و طریقہ میں رسولؐ سے مستغنی ہوتا۔ لیکن صورت واقعہ اسکے بالکل خلاف ہے،
گمراہ اور منافق ہی اس قسم کا خیال کر سکتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنکی
حیثیت رسول اللہ صلعم کے ساتھ وہی ہے جو خضر کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔
حالانکہ جو کوئی یہ اعتقاد رکھے کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ	تم سے پہلے ہم نے جتنے رسول اور نبی بھیجے جب انہوں نے آرزو کی، شیطان نے ان کی آرزو میں القا کر دیا، پس اللہ شیطان کے القا

ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰهُ اٰیَاتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ " (۱۴ : ۱۷)	کو دُور کر دیتا ہے پھر اپنی آیتوں کو مستحکم کر دیتا ہے، اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے ۔

اِس آیت کے بموجب خدا نے صرف اپنے نبیوں اور رسولوں کیلئے ذمہ لیا ہے کہ انہیں شیطان کے القا سے محفوظ رکھیگا لیکن محدّث یا ولی کیلئے تو اسکا ذمہ نہیں لیا۔ بلاشبہ ابن عباسؓ وغیرہ بعض صحابہ یہ آیت یوں پڑھا کرتے تھے :

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ " وَلَا مُحَدَّثٍ " اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِهٖ الخ لیکن اس قرأت میں بھی (واللہ اعلم) محتمل ہے کہ نسخ القاء شیطان محدّث شامل نہ ہو، کیونکہ نسخ کی یہ صورت صرف انبیاء و مرسلین کیلئے مخصوص ہے، اسلئے کہ تنہا وہی معصوم ہیں اور وہ بھی صرف تبلیغ شریعت میں کہ جسمیں شیطان کا القا ہونا درست نہیں۔ باقی رہے اور لوگ تو کسی کا بھی معصوم ہونا ضروری نہیں اگرچہ وہ اولیاء اللہ متقین ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ اولیاء اللہ ہونے کیلئے یہ شرط نہیں کہ کسی بات میں بھی قابلِ معافی غلطی نہ کریں بلکہ علی الاطلاق ترکِ صغائر بھی ان کیلئے شرط نہیں، بلکہ ترکِ کبائر حتّٰی کہ وہ کفر بھی جس کے بعد توبہ ہو شرط نہیں، چنانچہ قرآن میں ہے :

" وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ، لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ، لِیُکَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ " (۲۴ : ۱۱)	جو سچائی کو لایا اور جس نے اسکی تصدیق کی، وہی متقی ہیں، ان کے رب کے ہاں ان کے لئے وہ سب ہے جو وہ چاہیں گے، یہ نیک کرداروں کا بدلہ ہے، تاکہ اللہ ان کے سب سے بدتر عمل کو دُور کر دے اور انہیں انکے سب سے اچھے عمل کے حساب سے بدلہ دے ۔

پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک طرف " متقی " قرار دیا ہے اور متقی ہی اولیاء اللہ

ہوتے ہیں، لیکن باوجود اسکے وہ گناہ کرتے ہیں اور وہ لِيُكَفِّرَ اللهُ عَنْهُمْ اَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوْا " اُنکے "بدترین اعمال" بھی معاف کر دیتا ہے۔ اس مسئلہ میں تمام اہلِ علم و ایمان متفق ہیں اور اگر کچھ خلاف ہے تو غالی روافض اور امثالِ روافض کا ہے جو مشائخ میں حد درجہ کا غلو کرتے ہیں، چنانچہ روافض کا اعتقاد ہے کہ ائمۂ اثنا عشرہ غلطی اور گناہ سے معصوم ہیں، بلکہ انہوں نے اِسے اپنے مذہب کی ایک اصل قرار دیدیا ہے۔ اسی طرح مشائخ میں غلو کرنیوالے کبھی کہتے ہیں کہ ولی "محفوظ" ہے اور نبی معصوم، صرف لفظ کا اختلاف ہے ورنہ معنی ایک ہیں۔ پھر انہیں سے بعض زبان سے یہ نہیں کہتے مگر عملاً طریقہ وہی رکھتے ہیں جو اس عقیدہ والوں کا ہے کہ شیخ یا ولی نہ غلطی کر سکتا ہے نہ گناہ، بلکہ کبھی یہ دونو گروہ غلو کرتے کرتے اپنے امام یا شیخ کو نبیؑ کے درجہ تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا دیتے ہیں، حتیٰ کہ اسمیں اُلوہیت کی صفات بھی داخل کرنیسے نہیں ڈرتے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام گمراہیاں، جاہلیت کی گمراہیاں ہیں اور نصرانیت کی گمراہیوں کی ہمسری کرتی ہیں۔ نصاریٰ نے حضرت مسیحؑ اور احبار و رہبان میں جو غلو کیا ہے خدا نے اُسے قرآن میں سخت مذموم قرار دیکر ہمارے لئے عبرت بنا دیا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے صاف صاف فرما دیا ہے: لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی بن مریم فانما انا عبد فقولوا عبد الله و رسوله" (مجھے اُس طرح نہ بڑھاؤ جسطرح نصاریٰ نے عیسیٰؑ بن مریمؑ کو بڑھایا ہے، میں تو صرف ایک "بندہ" ہوں، پس (مجھے) کہو خدا کا بندہ اور اُسکا رسُول)۔

ف (۱:۲۴)

فصل

فقراء

رہے "فقرا" جنکا ذکر کتاب اللہ میں وارد ہے تو انکی دو قسمیں ہیں: مستحقین صدقات اور مستحقین فیئ۔ مستحقین صدقات کا ذکر اس آیت میں ہے:

"اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ" (۳ : ۵)	اگر تم خیرات ظاہر کرو، اچھی ہے اور اگر اسے چھپاؤ اور فقیروں کو دے دو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

اور فرمایا:

"اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ" (۱۰ : ۱۴)	خیراتیں فقراء و مساکین کیلئے ہیں۔

قرآن میں جہاں جہاں صرف "فقیر" یا صرف "مسکین" کا لفظ آتا ہے جیسے آیت "وَاِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ" (۷ : ۲) تو دونو لفظوں سے ایک ہی قسم کے لوگ مراد ہوتے ہیں۔ مگر جب دونو ایک ساتھ ذکر کئے جاتے ہیں تو ان سے مقصود الگ الگ لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن بہرحال دونو سے غرض ایک ہی ہے، یعنی وہ محتاج جو نہ اپنی روزی رکھتے ہیں نہ کمانے کی قدرت۔ جس مسلمان کی بھی یہ حالت ہو وہ مسلمانوں کے جملہ صدقات کا مستحق ہے۔ فقہاء میں ان مسائل کے بعض فروع میں اختلاف ہے جو اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

انکے برخلاف "اغنیاء" ہیں جنپر صدقہ حرام ہے، انکی بھی دو قسمیں ہیں: ایک وہ لوگ ہیں جنپر زکوۃ واجب ہے، اگرچہ جمہور علماء کے نزدیک زکوۃ کبھی اُن لوگوں پر بھی واجب ہوجاتی ہے جنکے لئے خود زکوۃ لینا جائز ہے۔ اور دوسرے

وہ لوگ ہیں جنپر زکوٰۃ واجب نہیں۔ دونو گروہوں کے پاس کبھی ان کے ضروری مصارف کے بعد کچھ بچ رہتاہے، انکے متعلق قرآن میں ہے:

وہ پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، کہو زائد از ضرورت مال۔	"یَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ؟ قُلِ الْعَفْوَ" (۲ : ۱۱)

اور کبھی نہیں بچتا، اور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں خدانے صرف قُوت لایموت اور کفافِ عیش دیاہے، اس طرح ایک طرف یہ لوگ "غنی" ہیں کیونکہ دوسروں سے مستغنی ہیں، اور دوسری طرف "فقیر" ہیں کیونکہ اتنا نہیں رکھتے کہ صدقہ دے سکیں۔

اور یہ جو کہا گیا کہ فقراء اغنیا سے آدھے دن پہلے جنّت میں پہنچ جائینگے تو اسلئے کہ ان کے پاس زائد مال نہیں کہ جسکی آمد و خرچ کا حساب کتاب دینا ہو۔ لہذا ہر وہ شخص جسکے پاس کفاف سے زیادہ نہیں، اُن فقیروں میں سے ہوسکتاہے جو مالداروں سے پہلے جنّت میں داخل ہونگے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ علی الاطلاق فقرا اغنیا سے افضل ہیں، کیونکہ اگر مالدار اپنا مال رضاءِ الٰہی میں صرف کرتے ہیں تو جنّت میں داخل ہونیکے بعد ممکن ہے کہ اُن فقرا سے جو پیشقدمی کرکے پہلے پہنچ گئے اعلیٰ درجہ حاصل کرلیں، بلکہ یہ یقینی ہے کیونکہ دولتمند، صدیقین، سابقین ..... فقرا سے (جو اُن سے کم رتبہ ہیں) بلا نزاع سبقت لیجائینگے۔ اسی لئے تو فقراء نے جب دیکھا کہ اغنیاءِ عباداتِ بدنیہ میں اُنکے برابر ہوگئے اور عباداتِ مالیہ میں بازی لیگئے تو کہا: ذھب اھل الدثور بالاجور" (مالدار تمام ثواب لیگئے) اسپر جواب ملا: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ" (۲۸ : ۱۱) (یہ اللہ کا فضل ہے، جسپر چاہے کرے)۔ یہ ہے مراد کتاب و سنت میں "فقیر" اور "فقراء" سے نہ وہ جو گمراہ بیان کرتے ہیں

پھر تمام فقراء کا جنتی ہونا بھی ضروری نہیں کیونکہ مالداروں کی طرح روحانیت میں انکے بھی درجے ہیں، بعض سابقین ہیں، بعض مقتصدین اور بعض ظالمین لانفسہم فریقین میں مؤمن صدیق بھی ہیں اور منافق زندیق بھی۔ اس لیئے کسی جماعت پر کوئی عام حکم لگانا روا نہیں۔

متاخرین کے عرف میں صوفی کی طرح فقیر بھی سالک الی اللہ کا نام ہے۔ پھر انمیں بعض لفظ صوفی کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض فقیر کو کیونکہ انکے نزدیک صوفی وہ ہے جسنے تمام علائق منقطع کر لیئے ہیں اور ظاہر میں واجبات کے علاوہ اپنے تئیں کسی چیز سے مقید نہیں رکھا۔ لیکن یہ لفظی اختلافات ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ دونو لفظوں سے وہی معنی مراد ہیں جو "محمود"، "صدیق"، "ولی" یا "صالح" وغیرہ الفاظ کے ہیں جو کتاب و سنت میں وارد ہیں اور وہی حکم رکھتے ہیں جو شریعت نے مقرر کر دیا ہے۔

رہے وہ مباحات جنہیں فضیلت سمجھا جاتا ہے اور جو حقیقت میں کوئی خاص فضیلت نہیں یا وہ امور جن سے دنیا میں قدر و منزلت بڑھتی ہے تو اُن سے امتیاز حاصل کرنا یا اُنمیں دوسرونکی امداد کرنا کوئی بڑی چیز نہیں، کیونکہ شریعت میں یہ عام اور معمولی بات ہے الّا یہ کہ مباح کو مستحب قرار دے لیا جائے تو اُس کا حکم دوسرا ہے۔ لیکن وہ امور جو شریعت میں مکروہ ہیں مثلاً بدعت و فجور، تو ان سے آلودہ ہونا ہر حالت میں ناجائز اور اُن سے دوسرونکو روکنا واجب ہے جیسا کہ شریعت کا حکم ہے۔

فصل

اولیاءکے القاب

رہے وہ اسماء والقاب، جو اکثر نساک وعوام کی زبانوں پر جاری ہیں مثلاً "غوث" (جسکے متعلق دعویٰ ہے کہ مکہ میں ہوگا) چار "اوتاد"، سات "قطب"، چالیس "ابدال"، تین سو "نجباء" تو یہ اسماء نہ کتاب اللہ میں وارد ہیں اور نہ نبی صلعم سے منقول ہیں، نہ اسناد صحیح سے نہ ضعیفِ محتمل سے۔ البتہ "ابدال" کے متعلق ایک منقطع الاسناد شامی حدیث حضرت علیؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا: ان فیھم (یعنی اھل الشام) الابدال اربعین رجلا کلما مات رجل ابدل له الله مکانه رجلا، (انمیں (شامیوں میں) ابدال ہیں، جب جب انمیں کوئی مرتا ہے خدا اُسکی جگہ دوسرے کو بدل دیتا ہے) پھر یہ اسماء اس ترتیب کے ساتھ کلام سلف میں موجود نہیں اور نہ اس ترتیب و معنی سے ان مشائخ کے کلام میں وارد ہیں جنہیں امت میں قبولِ عام حاصل ہے۔ وہ اپنی موجودہ صورت میں صرف مشائخ متوسطین کے ہاں ملتے ہیں۔ یہ اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جو اکثر متاخرین پر مشتبہ ہوگئے ہیں کیونکہ ان میں حق و باطل بُری طرح مل جُل گئے ہیں، انمیں ایک حصہ حق کا ہے جسکا قبول کرنا ضروری ہے اور ایک باطل کا ہے جسے رد کردینا چاہیئے، مگر اکثر لوگ افراط یا تفریط میں پڑگئے ہیں، چنانچہ ایک گروہ نے باطل حصہ دیکھکر پوری بات کی تکذیب کردی اور دوسرے گروہ نے حق دیکھکر پورے طور پر تصدیق کردی، حالانکہ چاہیئے یہ تھا کہ حق کی تصدیق اور باطل کی تکذیب کی جاتی۔ یہ حالت بھی اس نبوی پیشینگوئی کی تصدیق ہے جسمیں کہا گیا ہے کہ یہ امت اگلی اُمتوں کے نقش قدم پر چلیگی۔ اہل کتاب کی اگلی امتوں

نے بھی اسیطرح حق کو باطل سے ملا دیا تھا اور یہی وہ تحریف و تبدیل ہے جو انکے دین میں واقع ہوئی اور اسی وجہ سے پرانے دین بدلتے رہے کبھی تبدیل و ترمیم کے ذریعہ اور کبھی ابطال و نسخ کے ذریعہ ۔

لیکن یہ دین کبھی منسوخ ہونیوالا نہیں، البتہ اسمیں بھی ایسے لوگ پیدا ہونگے جو اسکے اندر تحریف و تبدیل و کذب و کتمان کے ذریعہ حق کو باطل سے ملا دینگے، مگر ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگ بھی پیدا کرتا رہے جو رسول کی جانشینی کا فرض ادا کرکے خلق پر حجت قائم کرینگے، دین کو اہل غلو کی تحریف، باطل پرستوں کے افترا، اور جاہلوں کی تاویل سے پاک کرینگے لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (۹: ۱۵)

پس یہ اسماء و القاب اس تعداد و ترتیب درجات کے ساتھ ہر زمانہ میں حق نہیں، بلکہ ان کا عموم و اطلاق صاف طور پر باطل ہے کیونکہ مومن کبھی کم ہونگے اور کبھی زیادہ، انمیں کبھی "سابقون المقربون" کی تعداد کم نہ ہوگی اور کبھی بڑھ جائیگی، پھر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل بھی ہوگئے کیونکہ مومنین و متقین و اولیاء اور انمیں سے جنہیں سابقون المقربون کا درجہ ملا ہے ان کیلئے یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ ایک ہی مقام پر رہیں اور اپنی جگہ سے نہ ہلیں۔ اور عملاً یہ واقع بھی ہو چکا ہے چنانچہ خود رسول اللہ صلعم جب مبعوث ہوئے تو مکہ میں صرف چند ہی آدمی ایمان لائے جو شروع میں سات سے بھی کم تھے، پھر چالیس سے کم تھے پھر ستر سے کم تھے پھر تین سو سے کم تھے ۔ پس معلوم ہوا کہ مومنین اولین کی تعداد اتنی بھی نہ تھی جتنی یہ لوگ ان اسماء و القاب کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اور ظاہر ہے انمیں کفار و مشرکین کا شمار نہیں ہو سکتا ۔ مکہ کی زندگی کے بعد رسول اللہ اور صحابہؓ نے مدینہ کو ہجرت کی، کون مدینہ؟ وہ جو دار ہجرت و سنت و نصرت تھا، مستقر نبوت تھا، مقام خلافت تھا،

---

۵۱ یہ پورا مضمون ایک حدیث صحیح کا مضمون ہے ۔

وہیں خلفائے راشدین : ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمان و علی (رضی اللہ عنہم) کی بیعت منعقد ہوئی (گو حضرت علیؓ بعد میں باہر چلے گئے) پس بقول انکے "غوث" مکہ ہی میں کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ یہ خلفائے راشدین مدینہ میں تھے' اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے اور مکہ میں کوئی شخص بھی اُن سے بلند رتبہ نہ تھا۔

پھر اسلام دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا اور مومنین صادقین' اولیاء اللہ المتقین بلکہ صدیقین السابقین المقربین ہر زمانہ میں موجود رہے' نہ صرف تین سو' نہ صرف تین ہزار بلکہ اتنے جنکا شمار بجز خدا کے کوئی نہیں کرسکتا۔ جب خیر القرون ختم ہوگئیں تو قرون خالیہ میں بھی اولیاء اللہ المتقین بلکہ سابقین بکثرت موجود رہے جن کی تعداد کو صرف تین سو میں محدود کرنے والا دانستہ یا نادانستہ ان پر ظلم کرتا ہے۔

"غوث" اور "غیاث" کا مستحق بجز خدا کے اور کوئی نہیں ہوسکتا' وہی قادر وقوی' غیاث المستغیثین" ہے وہی "غوث المنکوبین" ہے۔ کسی کیلئے جائز نہیں کہ اُسے چھوڑ کر کسی ما سوا سے استغاثہ کرے نہ مقرب فرشتہ سے' نہ نبی مرسل سے' نہ ولی سے۔

اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ زمین والوں کی دُعائیں' مرادیں' منتیں پہلے تین سو نجباء کے پاس پہنچتی ہیں اور وہ انہیں ستر کے سامنے لیجاتے ہیں اور یہ ستر چالیس ابدال کے سامنے اور ابدال سات قطب کے سامنے اور قطب چار اوتاد کے سامنے اور وہ غوث کے سامنے' تو ایسا شخص جھوٹا ہے' گمراہ ہے' مشرک ہے۔ مشرکو نکی حالت خدا نے یہ بیان کی ہے :

"وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ - (۱۵:۷)	جب تمہیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے' خدا کے سوا جسے پکارتے ہو گم ہو جاتا ہے۔

اور فرمایا:

« اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ » (۱:۲۰)

لاچار کی دعا کون سُنتا ہے جو وہ اسے پکارتا ہے۔

پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ مومن اپنی حاجتیں اتنے واسطوں سے اُس علّام الغیوب تک پہنچائیں حالانکہ وہ فرماتا ہے:

« وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ » (۲:۷)

جب تجھ سے میرے بندے میری بابت سوال کریں تو میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار سُنتا ہوں، پس چاہئے کہ میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ بھلائی پائیں۔

خلیل اللہ ابراہیم علیہ السّلام نے اہلِ مکّہ کیلئے دعا کرتے ہوئے یہی حقیقت بیان فرمائی ہے:

« رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ » (۱۳:۱۸)

اے ہمارے رب، تو جانتا ہے اُسے جو ہم چھپائے اور ظاہر کرتے ہیں، خدا سے زمین و آسمان میں کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے، تمام ستائش ہے اُس خدا کیلئے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیلؑ و اسحاقؑ بخشے، میرا رب دعا سننے والا ہے۔

اور خاتم النّبیین حضرت محمد صلعم نے اپنے اصحابؓ کو چلّا چلّا کر تلبیہ کرتے دیکھ کر فرمایا: "اربعوا علی انفسکم فانکم لا تدعون اصم ولا غائبا وانما تدعون سمیعا قریبا، ان الذی تدعونه اقرب الی احدکم من عنق راحلته" (قابو میں رہو، تم کسی بہرے اور غیر موجود کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ سمیع و قریب کو

پکارتے ہو، جیسے تم پکارتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ تم سے قریب ہے)۔ یہ باب واسع ہے اور تمام مسلمانوں نے پوری طرح جان لیا ہے کہ انکی اور اُنکے مشائخ کی حاجتیں براہ راست خداوند تعالیٰ کے حضور میں پہنچ جاتی ہیں، اور یہ کہ کسی کیلئے جائز نہیں کہ اپنے اور اُسکے مابین ظاہر میں یا باطن میں کوئی واسطہ یا حاجب قرار دے، کیونکہ خدا مخلوق کی مشابہت سے برتر واعلیٰ و منزہ ہے وہ معاذ اللہ جباروں اور بادشاہوں کی طرح نہیں کہ اپنے در پر حاجب اور مخبر کھڑے کرے، اسکا در ہمیشہ کھلا ہے اور اسکی نظریں دلوں کی گہرائیاں تک دیکھ رہی ہیں۔

اور یہ اعتقاد، روافض کے اعتقاد کی قسم سے ہے کہ ہر زمانہ میں ایک امام معصوم کا ہونا ضروری ہے جو تمام مکلفین پر حجت ہو اور جسکے بغیر ایمان کامل نہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ امام ایک بچہ تھا اور چار سو چالیس سال پہلے ایک غار میں جاکر ایسا غائب ہوا کہ اب اسکا کوئی پتہ نشان نہیں ملتا! جو لوگ اولیاء اللہ میں یہ مراتب قائم کرتے ہیں، اس لحاظ سے وہ ایک حد تک روافض سے مشابہ ہیں بلکہ یہ ترتیب تعداد بعض وجوہ سے اسماعیلیہ و نصیریہ وغیرہ گمراہ فرقوں کی ترتیب تعداد سے مشابہ ہے جو انھوں نے سابق، ثانی، ناطق، اساس، جسد وغیرہ کی اصطلاحوں میں قرار دی ہے کہ جسکی کوئی بنیاد نہیں۔

رہے "اوتاد" تو بعض صوفیہ کے ہاں یہ لفظ ملتا ہے، چنانچہ کہتے ہیں فلاں اوتاد میں سے ہے، اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا اُنکے ذریعہ مخلوق کے دلوں میں دین و ایمان اسطرح مضبوط کرتا ہے جسطرح اُسنے زمین اوتاد (میخ، مراد پہاڑ) کے ذریعہ مضبوط کردی ہے، مگر اسمیں بھی کسی خاص عدد یا جماعت کی تخصیص نہیں بلکہ ہر اُس شخص پر اسکا اطلاق ہوسکتا ہے جسکی یہ صفت ہو۔ پس ہر وہ انسان جسکے ذریعہ مخلوق میں علم و ایمان کی مضبوطی ہوتی ہے بمنزلہ اوتاد عظیمہ و جبال

راسخہ کے ہے، اور جو ایسا نہ ہو اسکا حکم دوسرا ہے۔ لیکن اوتاد کو چار یا اسی طرح کے کسی عدد سے محدود کرنا درست نہیں، دراصل لوگوں نے منجموں کی تقلید میں انہیں چار قرار دیدیا ہے، منجم یہی کہتے ہیں کہ زمین کے چار اوتاد (میخ) ہیں جو اُسے پلٹنے سے روکے ہوئے ہیں۔

فصل

قطب و ابدال وغیرہ

رہا لفظ "قطب" تو وہ بھی صوفیہ کے کلام میں ملتا ہے، کہتے ہیں فلاں قطب ہے، مگر اسمیں بھی کسی خاص تعداد کی قید نہیں، ہر وہ شخص جسپر دین کا یا دُنیا کا معاملہ ظاہر میں یا باطن میں موقوف ہو، اُس معاملہ کا قطب ہے عام اس سے کہ وہ معاملہ اسکے اپنے گھر کا ہو یا گاؤں کا یا شہر کا یا اُسکے دین کا یا دُنیا کا، ظاہر میں ہو یا باطن میں۔ ظاہر ہے اس بارے میں بھی سات یا کم زیادہ کی کوئی قید نہیں، کیونکہ ممکن ہے کسی زمانہ میں دو یا تین شخص خدا کے نزدیک مساوی درجہ کے ہوں اور یہ ضروری نہیں کہ ہر معاملہ میں صرف ایک ہی یا چار ہی شخص ایسے پائے جائیں جو دنیا بھر سے افضل ہوں لیکن قطبوں میں وہی شخص محمود ہے جو صلاح دین کا قطب ہو نہ کہ صرف صلاح دُنیا کا۔ صوفیہ کے عرف میں قطب کے یہی معنی ہیں۔

اسی طرح لفظ "بدل" و "ابدال" بھی بہت سے صوفیہ کے کلام میں آیا ہے۔

رہی حدیث مرفوع: ان فیھم الابدال اربعین رجلا کلما مات منھم رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا، تو اغلب یہ ہے کہ کلام نبوی صلعم سے نہیں کیونکہ حجاز و یمن میں ایمان اُسوقت سے تھا جب شام و عراق فتح بھی نہ ہوئے تھے اور سراسر بلاد کفرو

شرکت تھے۔ پھر حضرت علیؓ کے عہد میں اس نبویؐ پیشین گوئی نے واقع ہو کر اس قسم کی تمام باتوں کا فیصلہ کر دیا کہ: تمرق مارقۃ علی خیر فرقۃ من المسلمین یقتلھم اولی الطائفتین بالحق " (مسلمانوں کے سب سے اچھے گروہ پر ایک مارق جماعت خروج کریگی جسے وہ قتل کریگا جو طرفین میں زیادہ حق پر ہوگا) اہلِ شام نے امیر المومنین علیؓ سے جنگ کی، امیر المومنین اور آپ کے ساتھی اولی بالحق تھے اور اس طرح اہلِ شام سے افضل تھے، پھر اس جنگ میں شرکت کرنیوالے صحابہؓ میں حضرت علیؓ کے ساتھی صحابہؓ مثل عمارؓ و سہیلؓ بن حنیف وغیرہ، معاویہؓ کی طرف کے صحابہ مثل عمروؓ بن العاص سے افضل تھے، اگرچہ سعد بن ابی وقاص رضؓ وغیرہ جنہوں نے جنگ سے پرہیز کیا طرفین کے صحابہ سے افضل تھے۔ بنابریں کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ابدال جو افضلِ خلق ہیں سب کے سب شام ہی میں ہوں اور کہیں اور نہ پائے جائیں؟ یہ قطعاً باطل ہے، بلاشبہ شام اور اہلِ شام کیلئے بھی فضائل آئے ہیں جو اپنی جگہ پر ثابت ہیں مگر خدا نے ہر چیز کیلئے ایک حد اور درجہ مقرر کر دیا ہے جس سے تجاوز کرنا خلافِ دانش ہے۔ گفتگو ہمیشہ علم و انصاف کے ساتھ ہونی چاہئے نہ اٹکل اور نا انصافی سے، کیونکہ دین میں جو کوئی بغیر علم کے گفتگو کرتا ہے خدا کے اس قول میں داخل ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ" (۱۷:۳۶)	اُس چیز کے پیچھے نہ چل جسکا تجھے کچھ علم نہیں۔

اور:

وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" (۲:۱۶۹)	اور یہ کہ اللہ پر تھوپ دو جو تم نہیں جانتے۔

اور جو عدل و انصاف چھوڑ کر گفتگو کرتا ہے خدا کے اس قول سے باہر ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ۔ (۴:۱۳۵)	ایمان والو، عدل کے خوب قائم کرنے والے اور اللہ کے گواہ بنو۔

اور "وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا" (۸ : ۶) | جب کہو تو انصاف کرو۔

اور :

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ" (۱۹:۲۷) | ہم نے اپنے رسُول نشانیوں کے ساتھ بھیجے اور انکے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف سے رہیں۔)

جن لوگوں کے ہاں ابدال کی اصطلاح رائج ہے اس سے انہوں نے چند معانی مراد لئے ہیں۔ "ابدال" بَدل کی جمع ہے اور انکی اصطلاح میں ابدال کو ابدال اسلئے کہتے ہیں کہ جب انمیں سے کوئی مرجاتا ہے تو خدا اُسکی جگہ دوسرے کیلئے بدل دیتا ہے' یا اسلئے کہ ابدال نے اپنے اخلاق و اعمال وعقاید کی برائیاں حسنات سے بدل دی ہیں۔ لیکن ظاہر ہے یہ صفت چالیس یا کم زیادہ سے مخصوص نہیں اور نہ کسی ایک سرزمین کے باشندوں میں محدود ہو سکتی ہیں۔ اسی قسم کے معانی "نجباء" کی اصطلاح میں بھی مراد لئے جاتے ہیں۔

ان اصطلاحوں کو علی الاطلاق نہ تسلیم کرنا چاہیئے نہ بالکل رد کر دینا چاہیئے کیونکہ انکے معانی میں بعض معنی درست ہیں اور بعض غلط اور کتاب و سنت و اجماع سے باطل ہیں۔ مثلاً بعضوں نے غوث کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ خدا اُس کے واسطے سے انسانوں کو روزی و تنگی اور تکلیف و مصیبت میں مدد و نصرت کرتا ہے حالانکہ یہ خیال اسلام کے خلاف اور نصارٰی کے عقیدہ کے مشابہ ہے جو وہ اس باب کے متعلق رکھتے ہیں کہ جسکا کہیں کوئی پتہ نہیں یا امام منتظر کے عقیدہ کی طرح ہے جو ابسے چار سو چالیس سال سے پہلے غار میں جاکر غائب ہو گیا۔

جو کوئی یہ کہتا ہے کہ مخلوق کو صرف چالیس ابدال کے ذریعہ روزی اور مدد ملتی ہے صریح وہم میں پڑا ہے' روزی اور کامیابی کا مدار اسباب پر ہے [illegible]

قوی سبب مومن مسلمانوں کی دعا، نماز اور اخلاص ہے، اور یہ چالیس یا کم زیادہ میں محدود نہیں جیسا کہ مشہور حدیث میں مروی ہے کہ سعدؓ بن ابی وقاص نے عرض کی یا رسول اللہ : الرجل یکون حامیۃ القوم، أیسہم لہ مثل مایسہم لضعفتہم؟ فقال یاسعد وھل تنصرون و ترزقون الا بضعفائکم، بدعائہم وصلاتہم واخلاصہم" (وہ شخص جنگ کی صفوں میں ہے اُسے بھی اتنا ہی حصہ ملیگا جتنا کمزور اور لاچاروں کو؟ فرمایا اے سعدؓ، تمہیں جو کچھ فتح اور رزق ملتا ہے وہ تمہارے کمزوروں ہی کی وجہ سے ملتا ہے "انکی دعا، نماز اور اخلاص کی وجہ سے) - اور کبھی روزی و فتحمندی کے دوسرے اسباب ہوتے ہیں، چنانچہ کفار و فجار کو بھی کبھی دولت و نصرت ملتی ہے اور مسلمانوں پر کبھی قحط و وبا نازل ہو جاتی ہے، خدا انہیں دشمنوں سے ڈراتا بھی ہے تاکہ اسکی طرف رجوع کریں، گناہوں سے توبہ کریں اور وہ ذات پاک ایک طرف انکے گناہ معاف کر دے اور دوسری طرف مصائب آلام دور کر کے شاد کام کر دے - پھر کبھی وہ کفار کو ڈھیل دیتا ہے، اُن پر مینہ برساتا ہے، انکے مال و اولاد میں ترقی دیتا ہے : سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ (۶۸: ۴۴، ۷: ۱۸۲) تاکہ یا تو دنیا ہی میں سختی سے پکڑے جائیں اور یا آخرت میں دوہرے عذاب میں گرفتار ہوں - یاد رکھنا چاہیئے، ہر خوشی نعمت نہیں ہے اور نہ ہر سختی عقوبت ہے - فرمایا :

"فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ، وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ، كَلَّا!" (۸۹: ۱۵)

انسان کا یہ حال ہے کہ جب اسکا رب اُسے آزماتا ہے پس اُسے عزت و نعمت دیتا ہے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے معزز کیا ہے، اور جب اُسپر امتحان کی راہ سے رزق تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کیا، ہرگز نہیں!

فصل

کیا ولی اچانک غائب ہوجاتے ہیں ؟

اولیاء، انبیاء و مرسلین میں کوئی ایسا نہیں ہوا جو ہمیشہ لوگوں کی نظروں سے غائب رہتا ہو بلکہ یہ تو ویسی ہی بات ہے جیسی حضرت علیؓ کے متعلق گمراہ کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں ہیں، یا یہ کہ محمد بن حنیفہؒ رضوی پہاڑ میں ہیں، یا یہ کہ محمد بن الحسنؒ سامرا کے غار میں ہیں، یا یہ کہ حاکم بامر اللہ فاطمی المقطم پہاڑ میں ہے، یا یہ کہ ابدال رجال الغیب، کوہ لبنان میں چھپے بیٹھے ہیں۔

یہ اور اسی قسم کے تمام اقوال محض کذب و بہتان ہیں۔ بلاشبہ کبھی کسی کسی شخص کے حق میں خرق عادت ہوتا ہے اور وہ لوگوں کی نظر سے دشمن کے ڈر یا کسی اور وجہ سے مخفی بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن علی الاطلاق دعویٰ کرنا کہ یہ لوگ عمر بھر غائب رہتے ہیں، قطعاً باطل ہے۔ ہاں اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ اپنے قلبی نور، باطنی ہدایت اور انوار و اسرار و امانت و معرفتِ الٰہی میں محویت کی وجہ سے ولی دنیا میں ہونے کے باوجود دنیا والوں سے غائب رہتا ہے، یا یہ کہ اسکی صلاح و ولایت کور بصروں سے مخفی رہتی ہے، تو یہ درست اور امر واقع ہے، اللہ اور اسکے اولیاء کے مابین بہت سے اسرار ایسے ہوتے ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔

فصل

خاتم الاولیاء

لفظ غوث کا علی الاطلاق بطلان ہم بیان کر چکے جسمیں "غوث عرب" "غوث

عجم" "غوث مکہ" اور "ساتواں قطب" سب داخل ہیں۔ اسی طرح لفظ "خاتم الاولیاء" بھی ایک بے معنی اور باطل لفظ ہے۔ سب سے پہلے جس شخص نے یہ لفظ استعمال کیا وہ محمد بن علی الحکیم الترمذی ہے۔ ایک خاص گروہ نے یہ لقب اختیار کر لیا ہے اور اسکا ہر فرد خاتم الاولیاء ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مثلاً ابن حمویہ اور ابن العربی وغیرہ۔ یہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ (معاذ اللہ) بعض اعتبارات سے ہم رسول اللہ صلعم سے بھی افضل ہیں! اور یہ تمام کفریہ دعویٰ محض اس لالچ میں کہ خاتم الانبیاء (صلعم) کی مسندِ ریاست ملجائے!

حالانکہ یہ لوگ سخت غلطی اور گمراہی پر ہیں، خاتم الانبیاء کو سب سے افضل صرف اسلئے کہا گیا کہ نصوص و دلائل ثبوت میں موجود ہیں، برخلاف اولیاء کے جنہیں یہ بات حاصل نہیں۔ اس امت میں سب سے افضل وہ اولیاء ہیں جو مہاجرین و انصار میں سابقون الاولون ہیں، اور اس امت کے نبیؐ کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں، اور اسکے زمانوں میں سب سے افضل وہ زمانہ ہے جسمیں اسکے نبیؐ کی بعثت ہوئی، پھر وہ زمانے ہیں جو بعد میں آتے گئے۔ رہا "خاتم الاولیاء" تو اگر واقعی اسکی کوئی حقیقت ہے تو وہ آخری مومن متقی ہے جو اس دنیا میں باقی رہ جائیگا، لیکن وہ نہ تو خیر الاولیاء ہوگا اور نہ افضل الاولیاء کیونکہ خیر الاولیاء و افضل الاولیاء ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں کہ (انبیائے کے بعد) جن سے افضل پر کبھی سورج نہ طلوع ہوا نہ غروب ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔

فصل

قلندری

رہے یہ داڑھی منڈے قلندری تو جاہل و گمراہ ہیں، ضلالت و جہالت کے مجسمے ہیں، انمیں سے اکثر اللہ اور اسکے رسول سے کافر ہیں، نماز، روزہ کو واجب نہیں جانتے، جو کچھ اللہ اور رسول نے حرام کیا ہے اُسے حرام نہیں سمجھتے، دین حق کو نہیں مانتے۔ بلکہ انمیں سے بہتیرے یہود و نصاریٰ سے بھی اکفر ہیں، وہ نہ اہل ملت ہیں نہ اہلسنت۔ ممکن ہے انمیں کوئی مسلمان بھی ہو لیکن بہرحال یا مبتدع و گمراہ ہے یا فاسق و فاجر ہے۔ جو کوئی یہ کہتا ہے کہ "قلندر" عہد نبوی ؐ میں موجود تھا، مفتری و کذاب ہے۔

اس فرقہ کی اصلیت یہ بیان کیگئی ہے کہ شروع میں وہ ایرانی نستاک کی ایک جماعت تھی جو اداء فرائض و واجبات اور اجتناب محرمات کے بعد راحت قلب کی جستجو و عمل میں رہتی تھی۔ (ابوحفص سہروردی نے اپنے "عوارف" میں بیان کیا ہے) مگر بعد میں اُسنے واجبات ترک کردئے اور ملامیہ فرقہ کی طرح ظاہر میں محرمات کا ارتکاب کیا کہ اپنی نیکیاں چھپاتا اور ظاہری حالت ایسی رکھتا ہے کہ اسکی موجودگی میں اسکے صلاح و تقویٰ کا خیال نہیں کیا جا سکتا۔ یہانتک بھی غنیمت تھا کیونکہ ایسی حالت رکھنے والا اپنی نیک نیتی کی بنا پر ماجور ہے۔ اسکے بعد حالت اور زیادہ بدتر ہوگئی اور اس فرقہ کے لوگ سراسر مکروہات میں پڑگئے۔ پھر معاملہ اور آگے بڑھا، اُنکی ایک جماعت فواحش و منکرات و محرمات میں غرق ہوگئی، فرائض و واجبات ترک کردئے، اور یہ خیال کر بیٹھی کہ اس طرح ملامیہ فرقہ میں داخل ہوگئی۔ واقعی یہ لوگ اپنے صرف اس ایک خیال میں بالکل سچے

ہیں کیونکہ "ملامیہ" بنکر وہ دنیا و آخرت میں خدا کی طرف سے ملامت و خواری کے مستحق و مورد ہو گئے ہیں!

ان سب کو تعزیر و تنبیہ واجب اور انہیں اس ملعون شعار سے روکنا ضروری ہے۔ صرف انہی کو نہیں بلکہ ہر اُس شخص کو جو بدعت و فجور کا ارتکاب کرے یا لوگونکی اعانت کرے۔ اس قسم کے تمام نام نہاد ناسک، فقیہ، عابد، فقیر، زاھد، متکلم، فلسفی اور انکے معین و مددگار بادشاہ، امراء، کتاب، محاسب، اطباء، اہلِ دیوان، عوام سب کے سب ہدایت الٰہی اور دینِ حق سے خارج ہیں کہ جسے دیکر خدا نے اپنے رسُول کو باطناً و ظاہراً مبعوث کیا۔ یہی حکم اُن لوگونکا ہے جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ شیخ طریقت رزق دیتا ہے، امداد و اعانت کرتا ہے، ہدایت بخشتا ہے، مشکلات میں دستگیری کرتا ہے۔ یا جو شیخ کی عبادت کرتے ہیں، اس سے دعا مانگتے ہیں، اُسے سجدہ کرتے ہیں یا اُسے رسول اللہ صلعم پر علی الاطلاق یا کسی جہت سے بھی فضیلت دیتے ہیں یا یہ یقین کرتے ہیں کہ وہ اور اُنکا شیخ رسُول کے اتباع سے مستغنی ہیں۔ سو یہ تمام کے تمام کفار ہیں اگر اپنے مسلک کا اظہار کریں اور اگر چھپائیں تو منافق ہیں۔

اِس زمانہ میں ان لوگونکی کثرت و شوکت انکے اہلِ حق ہونیکی دلیل نہیں؛ کیونکہ انکا یہ تمام عروج محض اس وجہ سے ہے کہ اکثر ممالک میں دعاۃِ علم و ہدایت کی قلت ہے اور آثارِ نبوت و رسالت میں فتور آگیا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ ہیں کہ جنکے دامن آثارِ رسالت اور میراثِ نبوت سے خالی ہیں کہ جو ہدایت کی شناخت کا ذریعہ ہے۔ اور بہتیرے ایسے بھی ہیں جنکے کان ابتک حق کی صداؤں سے بالکل ناآشنا ہیں۔ لیکن اہلِ ایمان کو مایوس نہ ہونا چاہیئے، فترۃ و غلو کے ایسے زمانوں میں انسان کو اسکے قلیل ایمان پر بھی ثواب ملتا ہے اور ارحم الرّاحمین

اُس شخص کیلئے جسپر حجت قائم نہیں ہوئی وہ باتیں معاف کردیتا ہے جو اُن لوگوں کو معاف نہیں ہوسکتیں جنپر حجت قائم ہوچکی ہے جیسا کہ حدیث مشہور میں ہے کہ فرمایا: یاتی علی الناس زمان لا یعرفون فیہ صلوۃ ولا صیاما ولا حجا ولا عمرۃ الا الشیخ الکبیر والعجوز الکبیرۃ یقولون ادرکنا آبائنا وھم یقولون لا الہ الا اللہ " (لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ وہ نہ نماز جانینگے نہ روزہ نہ حج نہ عمرہ، بجز بوڑھوں اور بڑھیوں کے جو کہیں گے ہم نے اپنے بزرگوں کو لا الہ الا اللہ کہتے سُنا ہے) اسپر حضرت حذیفہؓ بن الیمان سے سوال کیا گیا " وما تغنی عنھم لا الہ الا اللہ "؟ (لا الہ الا اللہ سے انہیں کیا فائدہ ہوگا) فرمایا " تنجیھم من النار، تنجیھم من النار، تنجیھم من النار " (انہیں دوزخ سے بچائیگا، دوزخ سے بچائیگا، دوزخ سے بچائیگا)۔

اصل اس باب میں یہ ہے کہ ہر وہ قول جو کتاب یا سنّت یا اجماع امّت سے کفر ثابت ہے اسپر دلیل شرعی کی وجہ سے کفر کا حکم لگایا جائیگا اور یہ اس لئے کہ ایمان صرف اُن احکام سے ماخوذ ہے جو اللہ اور اُسکے رسوؐل سے ہم کو پہنچے ہیں اور جنھیں لوگوں کیلئے اپنے ظنوں و اوہام کی بنا پر خیال آرائیاں جائز نہیں ہیں مگر ساتھ ہی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر کفریہ قول کے قائل پر کافر ہونے کا حکم نہ لگایا جائیگا یہانتک کہ اسکے حق میں کفر کی شرطیں ثابت اور موانع دور ہوجائیں، مثلاً اگر کوئی تازہ نومسلم صحرا کا رہنے والا بدو کہدے کہ شراب یا سود حلال ہے یا اللہ اور رسول کا کلام سُنکر انکار کر بیٹھے کہ یہ قرآن یا حدیث نہیں ہے جیسا کہ سلف میں بعض لوگ کسی کسی بات کا انکار کردیا کرتے تھے یہانتک کہ اُسکی صحت معلوم ہوجائے اور جیسا کہ بعض صحابہؓ کبھی کسی مسئلہ میں شک کرنے لگتے تھے (مثلاً رویۃ الٰہی وغیرہ مسائل) یہانتک کہ رسول اللہ صلعم سے دریافت کرتے۔ یا جیسا کہ

ایک شخص کی حکایت مروی ہے کہ اُسنے کہا کہ جب میں مروں تو مجھے پیسنا اور میری خاک سمندر میں چھڑک کر بہا دینا تاکہ میں خدا کی نظر سے گُم ہو جاؤں، وغیرہ اقوال تو گو وہ کفر ہیں مگر اُنکا قائل کافر نہیں یہانتک کہ حجتِ رسالت قائم ہو جائے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے:

"لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ" (۶ : ۴)	تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کیلئے خدا کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

اور جیسا کہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے خطاء و نسیان کو اُسکے حق میں معاف کر دیا ہے۔ اس استفتاء کے اصولی مسائل پر ہم دوسری کتابوں میں مفصل بحث کر چکے ہیں، یہ جواب اس سے زیادہ تفصیل کا محتمل نہیں۔

فصل

نذر یا منّت

رہا قبور یا اہلِ قبور یا پرستارانِ قبور کو نذر پیش کرنا، عام اس سے کہ انبیاءؑ کی قبریں ہوں یا اولیاء و صالحین کی تو وہ نذر حرام، باطل اور بتوں کی نذر سے مشابہ ہے، عام اس سے کہ تیل کی ہو یا موم بتّیوں کی یا کسی اور چیز کی۔ نبی صلعم نے فرمایا: لعن اللہ زوارات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج [۱] "(قبروں پر جانے والیوں اور اُنپر مسجدیں بنانے اور چراغ جلانے والوں پر خدا کی لعنت ہے) اور فرمایا: لعن اللہ الیھود والنصارٰی

---

[۱] رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی والحاکم من حدیث ابن عباس بلفظ زائرات۔

اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد[۵۱]" (یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت کہ اپنے انبیاء کی قبروںکو مسجد قرار دے لیا) اس حدیث میں اہل کتاب کے اس عمل سے ڈرایا گیا ہے۔ اور فرمایا: ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد، الا فلا تتخذوا القبور مساجد، فانی انہاکم عن ذالک[۵۲]" (تم سے پہلے لوگ قبروںکو مسجد بناتے تھے، دیکھو قبروںکو مسجد نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کئے دیتا ہوں۔) اور فرمایا: اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد بعدی[۵۳]" (خدایا، میری قبر کو بت نہ بنانا کہ میرے بعد پوجی جائے)۔

تمام ائمۂ دین متفق ہیں کہ قبروں پر مساجد کا بنانا، پردوں کا لٹکانا، اُن سے منتیں ماننا، انکے نزدیک سونا چاندی رکھنا ناجائز ہے، اور اس قسم کے مال کا حکم یہ ہے کہ اُسے لیکر مسلمانوںکے قومی کاموں میں صرف کر دیا جائے اگر اسکا کوئی معین مستحق نہ ہو۔ پھر اسپر بھی سب کا اتفاق ہے کہ تمام وہ مسجدیں ڈھادی جائیں جو قبروں پر بنائی گئی ہیں عام اس سے کہ کسی کی قبر کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ اسباب بت پرستی میں ایک بہت بڑا سبب ہے۔ فرمایا:

"وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۚ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا۔ (۲۹:۱۰)	انہوں نے کہا نہ ود کو نہ سواع کو نہ یغوث و یعوق و نسر کو چھوڑنا، اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا ہے۔

علماء سلف میں ایک جماعت کا خیال ہے کہ ود و سواع و یغوث وغیرہ صالح لوگوںکے نام ہیں، جب وہ مرگئے تو لوگوں نے انکی قبریں بنائیں، انکی تعظیم

[۵۱] رواہ الشیخان وغیرہما عن عائشۃ۔

[۵۲] صحیح مسلم عن عائشۃ، نیز حدیث میں تصریح ہے کہ آپنے یہ وصال سے پانچ دن پہلے فرمایا تھا۔

[۵۳] رواہ مالک فی المؤطا۔

کی اور ہوتے ہوتے عبادت کرنے لگے۔ نیز ائمہ کا اتفاق ہے کہ اگر قبر کیلئے کوئی نذر مانی جائے تو اسکا وفا کرنا جائز نہیں کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصی اللہ فلا یعصیہ[۱]" (جسنے اللہ کی اطاعت کیلئے منت مانی، اطاعت کرے اور جسنے خدا کی نافرمانی کیلئے مانی، ہرگز نافرمانی نہ کرے) لیکن اسپر کفارۂ یمین ہے جیساکہ حدیث میں وارد ہے: لا نذر فی معصیۃ وکفارتہ کفارۃ یمین[۲]" (معصیت میں نذر نہیں ہے اور اسکا کفارہ قسم کا کفارہ ہے) لیکن بعض ایسی نذر ماننے والے پر کوئی کفارہ بھی واجب نہیں ٹھیراتے اور صرف توبہ و استغفار کو کافی سمجھتے ہیں بہتر یہ ہے کہ جتنی نذر مانی ہو اُسیقدر جائز و مشروع کاموں میں صرف کردیا جائے مثلاً اگر روشنی کی نذر ہے تو اُسکا تیل مساجد کی روشنی میں صرف کردے، اگر نقد کی نذر ہے تو اُسے غریب مسلمانوں کے اصلاح حال میں لگادے اگرچہ وہ غریب مسلمان خود پیر یا پیر کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ حکم عام ہے، کسی قبر سے بھی رجوع کرنا جائز نہیں نہ سیدہ نفیسہ کی قبر سے اور نہ نفیسہ سے بڑوں کی قبر سے عام اس سے کہ صحابہؓ ہوں مثلاً حضرت طلحہؓ و زبیرؓ وغیرہ جنکی قبریں بصرہ میں ہیں یا حضرت سلمانؓ فارسی وغیرہ جو عراق میں دفن ہیں یا اہل بیت ہوں مثلاً وہ قبریں جو حضرت علیؓ اور اُنکے خاندان امام حسینؓ، موسیٰؒ، جعفرؒ وغیرہ کی طرف منسوب ہیں یا صالحین ہوں مثلاً معروفؒ کرخی، احمدؒ بن حنبل وغیرہ کی قبریں۔

اور جو کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ قبروں سے نذر ماننے سے کسی قسم کا بھی کوئی نفع یا ثواب حاصل ہوتا ہے تو وہ گمراہ اور جاہل ہے، کیونکہ حدیث صحیح میں

---

۱ بخاری و احمد و اصحاب السنن الاربعہ عن عائشۃ۔

۲ احمد و اصحاب السنن عن عائشۃ۔

ہے کہ نبی صلعم نے منّت سے منع کیا ہے، فرمایا : انہ لا یأتی بخیر وانما یستخرج بہ من البخیل ،، (اس سے کچھ بھی نہیں ہوتا، صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے)۔ دوسری روایت میں ہے : انما یلقی ابن آدم الی القدر،، (ابن آدم تقدیر کے سامنے ڈالدیا جاتا ہے) جب اطاعت کی نذر کا یہ حال ہے تو معصیت کی نذر کا کیا حال ہوگا ؟ پس جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ قبروں سے منّت ماننا، خدا سے مرادیں حاصل کرنیکا ذریعہ ہے، یا اس سے مصائب دُور ہوتے ہیں، رزق کھلتا ہے، جان و مال و ملک کی حفاظت ہوتی ہے تو وہ کافر بلکہ مشرک ہے اور اسکا قتل شرعاً واجب ہے۔ یہی حکم اُن لوگوں کا بھی ہے جو قبروں کے علاوہ دوسروں کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں اگرچہ وہ کیسے ہی بڑے مانے جاتے ہوں :

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا (۱۷: ۵۶)..

کہدے پکارو اُنہیں جنکو خدا کے علاوہ تم خیال کئے بیٹھے ہو، وہ نہ تم سے بُرائی دُور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں، یہ لوگ جنہیں پکارتے ہیں، وہ خود ہی اپنے رب کی طرف اپنے میں سے قریب کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اور اس کی رحمت کی امید کرتے اور اُسکے عذاب سے ڈرتے ہیں.....

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا

کہدے پکارو اُن لوگوں کو جنہیں تم خدا کے سوا خیال کر بیٹھے ہو، وہ آسمانوں میں نہ زمین میں ایک ذرّہ کے بھی مالک ہیں نہ انکی کچھ شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا پشت پناہ ہے۔ اسکے ہاں شفاعت فائدہ نہیں

لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ (۲۲:۹۰) . . . . . | دیتی اِلّا اسکے جسکے لئے اجازت دے . . . . . .

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ (۲۱:۱۴) وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ (۱۴:۱۳)

وہ اللہ ہی ہے جسنے آسمانوں اور زمین کو اور جو اُنکے مابین ہے چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہُوا تمہارے لئے اسکے علاوہ نہ کوئی دوست ہے نہ شفیع، کیا نہیں سمجھتے؟ اور اللہ نے فرمایا ہے دو معبود نہ بناؤ، وہ تو معبود واحد ہے پس مجھی سے ڈرو۔

قرآن مجید، کتب سماویہ اور تمام انبیاء صرف اسلئے مبعوث کئے گئے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی پرستش کی جائے اور اسکے ساتھ کوئی معبود نہ بنایا جائے۔ شرک کے لئے یہ ضروری نہیں کہ معبود باطل خدا کا بالکل ہم مرتبہ سمجھا جائے، بلکہ مخلوق و مصنوع کو بھی معبود بنانا شرک اور خدا کی نظر میں سخت مبغوض ہے۔ چنانچہ مشرکین عرب بھی اپنے معبودانِ باطل کو مخلوق سمجھتے تھے، مگر باوجود اسکے مشرک قرار پائے۔ وہ اپنے تلبیہ (لبّیک کہنا) میں کہا کرتے تھے: لبّیك لاشریك لك الّا شریكا هو لك تملكه وما ملك، (اے رب! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں بجز ایک شریک کے اور وہ بھی تیرا ہی ہے، تو اسکا مالک ہے اور اسکی ملکیّت کا مالک ہے) اسی طرح نبی صلعم نے حصین الخزاعی سے دریافت کیا: یاحصین کم تعبد؟ قال اعبد سبعة آلهة: ستة فی الارض وواحد فی السماء۔ قال فمن ذا الذی تعبده لرغبتك ورهبتك؟ قال الذی فی السماء، قال یاحصین فاسلم حتی اعلمك کلمات ینفعك الله بهن۔ فلما اسلم قال قل اللهم الهمنی رشدی وقنی شرّ نفسی" (اے حصین، کتنوں کی عبادت کرتے ہو؟ کہا سات معبودوں کی عبادت کرتا ہوں: چھ زمین پر ہیں اور ایک آسمان میں۔ فرمایا اپنے لالچ اور

خوف میں کسکی عبادت کرتے ہو؟ کہا جو آسمان پر ہے۔ فرمایا اے حصین! بس اسلام لا، تاکہ میں تجھے چند ایسے کلمے سکھادوں جن سے خدا تجھے نفع پہنچائیگا۔ وہ اسلام لے آیا تو فرمایا کہو "خدایا مجھے میری ہدایت الہام کر اور مجھے میرے شر سے محفوظ رکھ")

فصل

ناچنا، گانا

اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ انبیاء و ملائکہ سیٹی اور تالی سننا پسند کرتے ہیں تو وہ جھوٹا ہے، انبیاء و ملائکہ نہیں بلکہ ابلیس اور اسکی ذریات یہ چیز پسند کرتے ہیں، اسے سننے آتے، ان گمراہوں پر اترتے اور انہیں اپنی خبیث روح پھونکتے ہیں جیسا کہ طبرانی وغیرہ نے ابن عباسؓ سے حدیث مرفوع میں روایت کیا ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا: ان الشیطان قال یارب اجعل لی بیتا قال بیتک الحمام، قال اجعل لی قرآنا قال قرآنك الشعر، قال اجعل لی مؤذنا قال مؤذنك المزمار" (شیطان نے کہا اے رب، میرے لئے گھر مقرر کردے، فرمایا تیرا گھر حمام ہے۔ کہا میرے لئے قرآن مقرر کردے، فرمایا تیرا قرآن شعر ہے۔ کہا میرے لئے مؤذن مقرر کردے، فرمایا تیرا مؤذن باجا ہے۔) نیز خدا نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُم بِصَوْتِكَ" (۱۵:۷) سلف کی ایک جماعت نے اسکی تفسیر میں کہا ہے کہ شیطان کی آواز گانا ہے۔ یہ درست ہے اور اسمیں گانے کے علاوہ وہ تمام آوازیں بھی داخل ہیں جو لوگونکو سبیل اللہ سے ہٹانے کیلئے بلند کی جائیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا: انما نهیت عن صوتین احمقین فاجرین: صوت لهو ولعب

ومزامیرالشیطان وصوت لطم خدود وشق جیوب ودعاء بدعوی الجاھلیۃ ذات المکاء والتصدیۃ ؛؛ ایسے دو احمقانہ فاجر آوازوں سے منع کیا گیا ہے: لہو ولعب اور شیطانی باجوں کی آواز سے اور منہ پیٹنے، گریبان پھاڑنے اور تالیوں اور سیٹیوں والی جاہلیت کی پکار (عبادت) کی آواز سے) شیطان ان گمراہوں پر کچھ اس طرح چھا جاتا ہے کہ وہ گانا سنتے سنتے مست ہو جاتے اور ناچنے کودنے لگتے ہیں۔

ان معاملات میں اسرار و حقائق[1] ہیں جنہیں اہلِ بصائرِ ایمانیہ ومشاہدِ ایقانیہ ہی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ لیکن شریعت کی راہ بالکل روشن اور صاف ہے جس کسی نے اسکی اتباع کی اور بدعت کی بھول بھلیوں سے اجتناب کیا، ہدایت یاب اور دنیا و آخرت کی فلاح سے شادکام ہو گیا اگرچہ وہ اسرار و حقائق کے ادراک سے بالکل محروم ہی کیوں نہ رہ گیا ہو۔ اسکی مثال اس شخص کی سی ہے جو مکّہ کی راہ پر رہنما کے پیچھے پیچھے چلا جاتا ہے، راستہ میں ہر جگہ کھانا پانی پاتا ہے اگرچہ نہیں جانتا کہ یہ سامان وہاں کیونکر مہیّا ہوا، پھر منزلِ مقصود پر پہنچتا اور حج کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ برخلاف اسکے وہ ہے جو رہبر لئے بغیر نکل کھڑا ہوا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ راستہ بھول جاتا ہے، پھر یا تو ہلاک ہو جاتا ہے یا ایک مدت تک شقاوت و بدبختی کی وادیوں میں ٹھوکریں کھانے کے بعد راستہ پر آ جاتا ہے۔ رہنمائے حق رسُول ہے جسے اللہ نے دنیا بھر کیلئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا، اُسنے اُس کے حکم سے حق کی دعوت دی، صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی، اور گمراہی کی راہوں پر پڑنے سے روک دیا۔ جو لوگ اُسکی پیروی کرتے ہیں، نجات پاتے ہیں اور جو خودسری سے اعراض کرتے ہیں ہلاک ہوتے ہیں۔

---

[1] یعنی شیطان کے غلبہ و استیلاء کے اسرار ہر کس و ناکس نہیں سمجھ سکتا۔

رہے یہ گانے بجانے والے نام نہاد صوفی تو ان پر شیطان کے پھیرے کی علامتیں ہمیشہ ظاہر ہوجاتی ہیں، چنانچہ اُن کے منہ سے کف اڑتا ہے، درشت آوازیں نکلتی ہیں، خوفناک چیخیں بلند ہوتی ہیں۔ آوازوں کا اختلاف اُن شیطانی مقاصد کے اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے جو انکے اندر نشو ونما پاتے اور برانگیختہ ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ کبھی نفسانی خواہشات کے ہجوم کی وجہ سے وجد مذموم ہوتا ہے، کبھی مظلوموں پر غضب و عدوان کا زور ہوتا ہے، کبھی مُنہ پیٹنا، کپڑے پھاڑنا، اور نامرادوں کی طرح رونا چلانا ہوتا ہے، غرضکہ وہ تمام شیطانی اثرات موجود ہوجاتے ہیں جو شراب خوار متوالوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ کچھ زیادہ عجیب نہیں کیونکہ مطرب آواز کا نشہ کبھی مطرب شراب کی طرح اثر دکھاتا اور ذکر الٰہی اور نماز سے روکتا ہے، دلوں سے حلاوتِ قرآن دُور کردیتا ہے، اسکے معانی کے فہم اور اسکی اتباع سے باز رکھتا ہے، اور اس طرح ان گمراہوں کو اُن لوگوں کے زمرہ میں داخل کردیتا ہے جنکی نسبت فرمایا گیا ہے کہ لہوالحدیث خریدتے ہیں تاکہ سبیل اللہ سے گمراہ کریں۔ پھر وہ خود اُن میں بغض و عداوت کی تخم ریزی کرتا ہے اور وہ اپنے شیطانی فاسد احوال کے ذریعہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگتے ہیں بالکل اسطرح جس طرح بری نظر والا نظر مار کر قتل کرڈالتا ہے۔ اسی لئے بعض علما نے کہا ہے کہ جب معلوم ہوجائے کہ وہ اپنے شیطانی احوال کے ذریعہ قتل کے مرتکب ہوئے ہیں تو انپر قود یا دیت واجب ہے، کیونکہ وہ ظالم ہیں اور صرف اسی صورت میں خوش ہوتے ہیں کہ محرمات اور اپنے شیطانی مقاصد کی تنفیذ کا موقعہ پائیں جیساکہ ظالم بادشاہ ظلم کرکے خوش ہوتے ہیں۔

یہی حال کفّار و مبتدعین و ظالمین کے حضراء کا ہے۔ ممکن ہے انمیں کبھی زہد وعبادت پائی جائے جس طرح مشرکین داہل کتاب میں کبھی دیکھی جاتی ہے اور جسطرح

خوارج مارقین میں تھی جنکی بابت فرمایا گیا : یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتھم وصیامہ مع صیامھم وقراءتہ مع قراءتھم، یقرءون القران لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرّمیۃ، اینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا عند اللہ لمن قتلھم یوم القیامۃ" (تم اپنی نماز انکی نماز کے سامنے اور اپنا روزہ انکے روزہ کے سامنے اور اپنی تلاوت ان کی تلاوت کے سامنے حقیر جانو گے، قرآن پڑھینگے مگر اُنکے حلق سے آگے نہ بڑھیگا، اسلام سے اسطرح نکل جائینگے جس طرح چلہ سے تیر، جہاں کہیں انہیں پاؤ قتل کرو کیونکہ انکے قتل میں خدا کے ہاں قاتل کیلئے قیامت کے دن ثواب ہے)۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ظواہر کے ساتھ انمیں احوالِ باطنہ بھی پائے جاتے ہیں، لیکن ان ظواہر و بواطن کی وجہ سے انہیں اولیاء اللہ سمجھ لینا غلطی ہے، کیونکہ ولی صرف وہی ہو سکتا ہے جو " اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ" (۱۱ : ۱۲) (جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے) کے زمرہ میں ہو، اگرچہ ظاہر و باطن میں اُسے قدرت و تمکن نہ بھی حاصل ہو کیونکہ ولایت کیلئے قدرت و تمکن لازم نہیں۔ ولی اللہ کبھی صاحب قوت و شوکت ہوتا ہے اور کبھی ضعیف و کمزور یہانتک کہ اللہ کی نصرت آکر اُسکے ضعف کو قوت سے بدل دے۔ اسیطرح عدو اللہ کبھی کمزور ہوتا ہے اور کبھی زبردست یہانتک کہ اللہ کا دست انتقام دراز ہو اور اُسکے پُر نخوت سر بر ذلت کی خاک پڑجائے۔ پس تاتاریوں کے باطنی خفراء اسی جنس سے ہیں جس جنس سے انکے ظاہری خفراء ہیں۔ رہا غلبہ تو وہ ہمیشہ دلیل حق نہیں، خدا کبھی مومنوں پر کفار کو غالب کرتا ہے اور کبھی مومن کافروں پر فتحیاب ہوتے ہیں جیساکہ اصحاب رسول اللہ کا اپنے دشمنوں سے حال تھا، لیکن نتیجہ میں کامیابی بہرحال متقین ہی کیلئے ہے کیونکہ خدا نے فرمادیا ہے :

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ - (۱۱:۲۴)	ہم اپنے رسولوں اور مومنین کو دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن مدد دینگے - -

اگر مسلمان کمزور ہوں اور کافر زبردست تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ کمزوری و پستی مسلمانوں کے اپنے کفران و عصیان کا نتیجہ ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے :

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا (۴:۷)	جنگ کے دن تم میں سے جنہوں نے پیٹھ پھیر دی انہیں شیطان نے انکے بعض گناہوں کی وجہ سے ڈگمگایا -

اور فرمایا :

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ؟ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ " (۴ : ۸)	اور کیا جب تمہیں مصیبت پہنچی، تم نے بھی یقیناً دو نی مصیبت پہنچائی، تم نے کہا یہ (مصیبت) کہاں سے آئی ؟ کہدے یہ تمہاری اپنی طرف سے آئی -

اور فرمایا :

وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ، الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ - (۱۳:۱۷)	اور البتہ خدا مدد کرتا ہے اسکی جو خدا کی مدد کرتا ہے اللہ قوی و غالب ہے، وہ جنہیں اگر ہم زمین میں مضبوط کریں، نماز قائم کریں، زکوۃ دیں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کریں ..... -

---

فصل

مشہور مزارات

رہے یہ مشہور مقابر و مزارات تو انمیں سے بعض قطعاً فرضی ہیں - مثلاً دمشق میں ابی بن کعب اور اویس قرنی کی قبر، لبنان میں حضرت نوح کی قبر، مصر میں

حضرت حسینؓ کی قبر۔ غرضکہ شام و عراق و مصر اور دیگر ممالک اسلامیہ میں بیشمار قبریں ایسی ہیں جو محض فرضی ہیں۔ اسی بنا پر بہت سے علماء جنمیں ایک عبد العزیز کنانی بھی ہیں اسطرف گئے ہیں کہ وہ تمام قبریں جو انبیاء کی طرف منسوب ہیں بجز قبر نبی صلعم سب کی سب فرضی ہیں۔ بعض نے حضرت ابراہیم خلیل کی قبر بھی مستثنیٰ قرار دی ہے۔ رہی حضرت علیؓ کی قبر تو عام طور پر علماء کی رائے یہی ہے کہ وہ آپکی قبر نہیں بلکہ شاید مغیرہ بن شعبہ کی ہے۔ یہ فرضی قبر بنی بویہ کے عہد امارت میں یعنی حضرت علیؓ کی شہادت کے تین سو سال بعد ظاہر ہوئی، اس سے پہلے اسکے متعلق کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔ اسکے بارے میں ایک حکایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ خلیفہ رشید اپنے زمانہ میں اس مقام پر آیا اور باشندوں سے اپنی اور حضرت علیؓ کے خاندان کی رنجشوں کیلئے معذرت کی۔ لیکن اس قسم کی حکایتیں کوئی وزن نہیں رکھتیں کیونکہ اگر یہ حکایت صحیح بھی مان لی جائے تو ہو سکتا ہے کہ خود رشید کو بھی غلط فہمی ہوئی اور اس سے بھی وہی کہا گیا ہو جو بعد میں دوسروں سے کہا گیا۔

جمہور علماء کا قول ہے کہ حضرت علیؓ اپنے دار الحکومت میں یا اس کے قریب کہیں دفن کئے گئے تھے اور یہی سنت بھی ہے۔ اسمیں ذرا بھی فضیلت نہ تھی کہ انکی لاش اٹھا کر اتنی دور جگہ دفن کی جاتی بلکہ یہ غیر مشروع بات تھی جسکا گمان اہل بیت کی بابت نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے کی ہو۔ پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں انکی قبر موجود ہوتی اور اہل بیت اور جملہ مسلمانوں سے تین سو سال تک مخفی پڑی رہتی یہانتک کہ خود غرض اور جاہل عجمیوں کا ایک گروہ پیدا ہو کر اسے ظاہر کرتا۔ اسی طرح دمشق میں جو قبر معاویہ کی طرف منسوب ہے اسکے متعلق بھی بتاکید کہا گیا ہے کہ انکی نہیں ہے بلکہ انکی قبر مسجد دمشق کے احاطہ میں واقع

ہے جسے اب غلطی سے لوگ حضرت ہود کی قبر سمجھتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ اکثر یہ مقابر و مشاہد یا تو فرضی ہیں اور یا مشتبہ اور مضطرب و مختلف فیہ ہیں، انمیں کسی کی بابت بھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ چند کا ثبوت ملتا ہے مگر بڑی جستجو و کاوش کے بعد۔ مسلمانوں کی اپنی قبروں سے یہ بے اعتنائی ذرا بھی تعجب انگیز نہیں کیونکہ انکی حفاظت و معرفت اور انپر قبوں اور مسجدوں کی تعمیر شریعت اسلام میں مقبول نہیں بلکہ رسول اللہ صلعم نے ان تمام باتوں سے منع فرمایا ہے جو آجکل مبتدع ان قبروں کے باب میں کرتے ہیں۔ مثلاً صحیح مسلم میں جندب بن عبداللہ کی روایت ہے: سمعت النبی صلعم قبل ان یموت بخمس وھو یقول ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد فانی انھاکم عن ذلک" (میں نے نبی صلعم کو وصال سے پانچ دن پہلے یہ فرماتے سنا: تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجد بناتے تھے، میں تمہیں اس سے منع کئے دیتا ہوں) اور فرمایا: لعن اللہ الیھود و النصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد" (یہود و نصاری پر خدا کی لعنت کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد قرار دے لیا۔)

ائمۂ اسلام متفق ہیں کہ ان عمارتوں کا قبروں پر بنانا، انہیں مسجد قرار دینا، انکے نزدیک نماز پڑھنا، اُن پر اعتکاف کرنا، اُن سے استغاثہ کرنا، اُنکے سامنے تہلیل و تکبیر بلند کرنا وغیرہ سب کام غیر مشروع ہیں۔ قبرستانوں میں نماز مکروہ ہے اور بہتوں کے نزدیک، تو ایسی نماز باطل ہے کیونکہ اس سے صریح ممانعت موجود ہے۔

سنت یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کی قبر کی زیارت کی جائے عام اس سے کہ نبیؑ کی ہو، صحابیؓ کی ہو، کسی صالح آدمی کی ہو، تو سلام کیا جائے اور صاحب قبر کیلئے دعا مانگی جائے۔ یہ دعا بمنزلہ نماز جنازہ کے ہے جیسا کہ خود خدا نے

ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔ منافقین کے متعلق فرمایا:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا	جو ان میں سے مرجائے کبھی اسپر نماز نہ پڑھو
وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ - (۱۰: ۱۴)	اور نہ اُسکی قبر پر کھڑا ہو۔

اس آیت سے جہاں منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے اور انکی قبروں پر کھڑے ہونے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے مسلمانوں کے حق میں ان دونو باتوں کا کرنا بھی مشروع ثابت ہوتا ہے۔ سنن میں ہے کہ جب کوئی صحابی فوت ہوتا تو نبی صلعم اسکی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے: "سلوا له التثبت فانه الآن يسئل" (اسکے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اسوقت اس سے سوال ہو رہا ہے)

حدیث صحیح میں ہے کہ آپ صحابہؓ کو تعلیم فرماتے تھے کہ جب قبروں پر جاؤ تو کہو: "السلام عليكم اهل دار قوم مؤمنين، وانا ان شاء الله بكم لاحقون، ويرحم الله المستقدمين منا ومنكم والمستاخرين، نسأل الله لنا ولكم العافية، اللهم لا تحرمنا اجرهم ولا تفتنا بعدهم واغفرلنا ولهم" (اے مومنوں کے گھر کے رہنے والو! تمپر سلام! ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں! خدا ہمارے اور تمہارے آگے جانیوالوں اور پیچھے جانیوالوں پر رحم کرے! ہم اپنے اور تمہارے لئے خدا سے عافیت چاہتے ہیں! اے خدا ہمیں انکے اجر سے محروم نہ کرنا! ہمیں انکے بعد امتحان میں نہ ڈالنا! ہماری اور اُنکی مغفرت کر)۔

دین الٰہی یہی ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے گھر کی تعظیم و تکریم کی جائے! اور وہ گھر مسجدیں ہیں جنمیں جماعت اور بے جماعت نمازیں! اعتکاف! تمام بدنی و قلبی عبادتیں! قرأۃ قرآن! ذکر الٰہی اور خدا سے ہر طرح کی دعائیں مشروع کی گئی ہیں۔ فرمایا:

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا	مسجدیں اللہ کیلئے ہیں پس خدا کیساتھ کسی اور کو
(۱۱:۲۹) قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ	نہ پکارو۔ کہدے میرے رب نے حکم دیا ہے عدل کرنیکا اور

عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۞ يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (۸ : ۱۰) اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (۱۰ : ۹) فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ (۱۸ : ۱۱)

اور یہ کہ ہر مسجد میں پوری طرح متوجہ ہو (خدا کی طرف) اور اسی کو پکارو دین کو اسی کیلئے بے میل کر کے ... اے بنی آدم ہر مسجد (عبادت) میں اپنی زینت کرو ۔ خدا کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے، نماز قائم کی، زکوٰۃ دی، اور بجز خدا کے کسی سے نہ ڈرے، امید ہے وہ ہدایت پانے والے ہوں ۔ اُن گھروں میں کہ اجازت دی ہے خدا نے انکے بلند کرنیکی اور انمیں ذکر کیا جاتا ہے اسکے نام کا، انمیں ایسے لوگ صبح شام تسبیح کرتے ہیں جنہیں نہ تجارت نہ فروخت ذکر الٰہی سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل کرتی ہے، اس دن سے ڈرتے ہیں جب دل اور آنکھیں پلٹ جائینگی، تاکہ انکے بہترین اعمال کے حساب سے بدلہ دے اور انہیں اپنے فضل سے اور زیادہ کرے، اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے دیتا ہے ۔

یہ ہے مسلمانوں کا دین جو اللہ واحد کی عبادت کرتے ہیں اور اُسکے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتے ۔ رہا قبروں کا بُت بنا کر پوجنا تو یہ اسلام نہیں مشرکوں کا دین ہے جس سے اللہ اور اُسکے رسول سید المرسلین نے منع کیا ہے ۔ خدا تمام مسلمانوں کو ایمان ہدایت کی دولت سے مالا مال کر دے ۔

والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا طیبا مبارکا کما ھو ۔

تمّ

۱۱۸ ۷۹۷